اگست
AUGUST 2018

اہل سنت وجماعت کا ترجمان

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی

سلطنت اسلامیہ کا زوال اور برہمن واد کا فروغ

کلام رضا میں فکر ابوحنیفہ کے جلوے

سیکولرزم کا پروپیگنڈہ اور اسلامی تعلیمات

باب تکفیر کے غیر منصوص جزئیات



جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کی طرف سے

فخریہ پیش کش "مصنف اعظم نمبر" کی ترتیب و اشاعت

₹15/-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت وجماعت کا ترجمان

ماہنامہ

پیغام شریعت دہلی

PAIGAM E SHARIAT

Monthly

ذی قعدہ وذی الحجہ ۱۴۳۹ھ | جلد ۴ | شمارہ نمبر: ۳۴ | AUGUST-2018

ایک شمارہ کی قیمت 15 روپے، سالانہ زرتعاون 150 روپے، بیرون ممالک کے لئے 40 ڈالر، خلیجی

طابع، ناشر، مالک محمد قاسم نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس 3636 کٹرا دینا بیگ، لال کنواں، دہلی-6 سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ”پیغام شریعت“ 442، سیکنڈ فلور، گلی سروتے والی، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی-6 سے شائع کیا۔

ترسیل وزر کا پتہ

PAIGHAM E SHARIAT
Monthly
House No. 442, 2nd Floor, Gali Sarotey Wali,
Matia Mahal Jama Masjid Delhi-110006
Mob: 9911062519, 011-23260749
Email: paighameshariat@gmail.com
Indian Bank, A/c. Name: Paighameshariat
A/c. No. 6409744750, IFSC Code IDIB000J033

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی

مکہ پبلیشر دہلی

گلی سروتے والی مکان نمبر ۴۴۲، دوسری منزل، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی۔۶

آفس کا فون نمبر: Ph: 011-23260749, Mob: 9911062519

فہرست مضامین

{نوٹ}

مندرجات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگی۔

اداریہ

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

پیغام شریعت دہلی کا مصنف اعظم نمبر

امام احمد رضا کے علوم وفنون پر ضخیم خصوصی ایڈیشن کی تیاری

تحریر: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)

آئندہ ۲۵ رصفر المظفر ۱۴۴۰ھ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے وصال کو سو سال مکمل ہو جائیں گے، اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے چاہنے والوں کی طرف سے بہت کچھ خاص ہونے جا رہا ہے۔ آج سے تین سال قبل جب راقم الحروف نے ''ماہنامہ پیغام شریعت دہلی'' کا آغاز کیا تھا، اسی وقت سے ذہن میں تھا کہ کسی موقع سے امام احمد رضا کے علوم پر خاص اشاعت کا اہتمام کیا جائے گا، اور افکار رضا کے حوالے سے گاہے گاہے خصوصی ایڈیشن نکالا جائے گا، کیوں کہ ہمارا دائرۂ کار امام احمد رضا کی تعلیمات ہیں۔ میں ذاتی طور پر شکر گزار ہوں رفیق محترم مولانا محمد قاسم القادری مصباحی (نئی دہلی) کا جنھوں نے اس رسالہ کے آغاز سے ۲۰۱۷ء کے اختتام تک اس کی طباعت واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا، ہمارا کام رہنما خطوط متعین کر کے اخراجات کا انتظام کرنا تھا، باقی تمام تر انتظامی امور موصوف تنہا انجام دیتے رہے، پھر رسالے کے مشمولات اور ترتیب کے سلسلے میں راقم شکر گزار ہے رفیق گرامی نباضِ قوم مولانا طارق انور مصباحی کا، جن کا کردار اس سلسلے میں ممتاز رہا ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ فکری وعلمی مواد کی فراہمی کے اعتبار سے رسالے کی ترتیب واشاعت انھیں کی توجہات کی رہین منت ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ ان دونوں حضرات کو ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازدیں۔

ماہنامہ ''پیغام شریعت'' کی اس خصوصیت کو شروع سے اب تک باقی رکھنے کی کوشش رہی ہے کہ اپنے قارئین کو دلچسپ مواد کی جگہ ضرورت اور فائدے کے مواد فراہم کراتے رہیں، حالانکہ اس معیار کو باقی رکھنے کے لیے ہمیں اس کی پوری کفالت کرنی پڑتی ہے، جب کہ اگر تنقیدی مضامین اور داخلی معاملات کو اِن صفحات پر جگہ دی جاتی تو شاید آمدنی کا سلسلہ شروع ہو سکتا تھا، لیکن ہمیں اپنے مسلک ومذہب کے ساتھ اپنی قوم کا مفاد عزیز ہے، اس لیے اس پیغام محبت کو بہر صورت جاری رکھنے اور عام کرنے کا ارادہ ہے۔

ماہنامہ پیغام شریعت علمی وفکری دنیا میں ایک معیار بنا چکا ہے، اس لیے ہم اِس کا دوسرا مرحلہ یعنی مختلف فکری اور علمی موضوعات پر خصوصی ایڈیشن کا سلسلہ شروع کرنا چاہتے ہیں، جس کی پہلی کڑی امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی گراں قدر علمی خدمات کے لیے وقف کرتے ہیں۔

عقیدت مندوں کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں کہ صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر رضویات کے حوالے سے کیا کچھ نیا ہونے والا ہے، اہل سنت کی تنظیمیں سرگرم ہو چکی ہیں، سیمینار اور سمپوزیم کے منصوبے تیار ہو چکے ہیں، رسالے خصوصی شمارے کی تیاری میں ہیں، سب سے نمایاں کام امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کا ہے جو رضویات پر ایک سو اسّی جلدوں کا مجموعہ شائع کر رہا ہے، اس کے بانی اور سرپرست حضرت علامہ محمد حنیف رضوی مدظلہ العالی عرس رضوی کے موقع پر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اور قلمی حواشی کی نمائش لگانے کی تیاری میں ہیں۔ ہماری دانست میں

یہ کام پہلی بار ہونے جا رہا ہے، جسے بہت پہلے ہونا چاہیے تھا، لیکن موصوف کی خوش نصیبی ہے کہ باری تعالیٰ نے یہ کام ان کے حصے میں رکھا تھا۔ رضا اکیڈمی ممبئی کی کاوشیں بھی رضویات کے حوالے سے ممتاز رہی ہیں، اس سال جناب سعید نوری صاحب ملک و بیرون ملک کے زائرین کے لیے کچھ خاص کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مختلف شہروں مثلاً کلکتہ، دیناجپور، پونے، مالیگاؤں وغیرہ میں سیمینار کی تیاری جاری ہے۔ جمشید پور سے مولانا عبدالمالک مصباحی کی طرف سے بھی خصوصی ایڈیشن کی خبریں آ رہی ہیں۔ انگلینڈ میں مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی ورلڈ اسلامک مشن کے پلیٹ فارم سے ایک بڑے پروگرام کا اہتمام کر رہے ہیں۔ ہیوسٹن (امریکہ) کی مرکزی النور مسجد کی طرف سے صد سالہ عرس رضا کا خصوصی اہتمام ہونے جا رہا ہے جس کے لیے مفتی محمد قمر الحسن بستوی اور راقم الحروف کی کوششیں جاری ہیں۔ امریکہ کے مختلف شہروں میں چھوٹے بڑے درجنوں پروگراموں کی توقع ہے۔

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی بھی اس کاروانِ شوق کا حصہ بننا چاہتا ہے، اس لیے علوم اعلیٰ حضرت سے متعلق خصوصی شمارے کا اعلان کرتے ہوئے ہم رضوی فیوض و برکات کے ساتھ امید رکھتے ہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ جذبۂ شوق کی تسکین کا سامان ہو سکے گا۔ ہم اپنے تمام قلمی معاونین کے ساتھ ساتھ ہند و پاک کی اُن مقتدر شخصیات سے رابطے میں ہیں جنھوں نے رضویات پر کام کیا ہے اور جن کو امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی علمی وراثت سے شغف ہے۔ پروفیسر مجید اللہ قادری مدیر معارف رضا کراچی، ماہر رضویات ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ممبئی اور حضرت علامہ محمد حنیف رضوی صاحب بانی امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کی عنایات و توجہات ہمیں حاصل ہیں، اور یہ لوگ پہلے ہی بہت کچھ کر چکے ہیں، اور ابھی بھی بہت کچھ کرنے کے لیے کمر بستہ ہیں۔ ہمارے لیے متعدد حضرات نے لکھنا شروع کر دیا ہے، بلکہ کچھ مقالات مکمل بھی ہو چکے ہیں، اور کچھ ابھی تسوید و تبییض کے مرحلے میں ہیں، امید ہے کہ ہم اس موقع پر کچھ نئے قلم کاروں سے اپنے قارئین کو متعارف کرا سکیں گے، اور درجنوں ایسے موضوعات پر خاطر خواہ مواد پیش کر سکیں گے جن سے نگاہیں اور کان اب تک آشنا نہ ہوئے۔

تمام متداول علوم و فنون پر امام احمد رضا کی خدمات منظر عام پر لانا اپنے آپ میں ایک چیلنج سے کم نہیں۔ اس شوق نے جب میدان عمل میں قدم رکھا تو اُن مشکلات کا اندازہ ہوا جن کے سبب اب تک کسی نے اس طرف پیش رفت نہ کی۔ منتخب موضوعات پر مقالات لکھ لکھا کر شائع کر دینا اب کچھ زیادہ مشکل نہیں رہا، رضویات پر اتنا کام ہو چکا ہے کہ چند خاص فنون پر خدماتِ رضا کے لیے مواد کی فراوانی ہے، لیکن جب ایسے فنون کی بات آتی ہے جو موضوع کے اعتبار سے خشک یا اپنی دست رس سے باہر ہوں کہ مطالعہ کرے، دماغ کھپائے تو بھی قلم کو یارا نہیں رہتا کہ دو چار الفاظ لکھ سکے، جہاں موضوع کا روکھا پن سیال قلم کو بھی خشک کر دے، وہاں اِس کے علاوہ کیا لکھا جا سکتا ہے کہ ''امام احمد رضا نے فلاں فن میں اپنی مہارت کے جلوے بکھیرے ہیں، فلاں موضوع پر علم کے جواہر لٹائے ہیں'' یوں کہنا تو آسان ہے لیکن اُن جلووں کا دیدار کرانا کارے دارد۔ ہمارے نزدیک یہ کام اب تک باقی ہے کہ اُن چون (۵۴) علوم و فنون میں امام احمد رضا کی خدمات کا تعارف کرایا جائے جن کا تذکرہ خود اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ریاضی میں امام احمد رضا کی مہارت کے لیے ایک بڑا حوالہ یہ ہے کہ اس دور میں علی گڑھ کے ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کو ریاضی کا ایک مشکل مسلہ درپیش ہوا، جس کے لیے انھیں فرانس جانے کا عزم تھا، حضرت سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کی ایما پر اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں بریلی شریف حاضر ہوئے، اس وقت اعلیٰ حضرت بخار کی حالت میں تھے، سوال سن کر برجستہ اسے حل کر دیا۔ اتنی بات پر نعرے تو لگائے جا سکتے ہیں، لیکن اصل بات تشنہ رہ جاتی ہے کہ وہ سوالات کیا تھے؟ اور ان کے جوابات امام احمد رضا نے کیا دیے، ظاہر ہے یہ تفصیلات اس وجہ سے پیش نہ کی گئی ہوں گی کہ انھیں سمجھنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں، لیکن مقررین بیان نہ کریں، اہل قلم پر ان تفصیلات کو پیش کرنا تو قرض ہے، حاصل یہ ہے کہ ایسے بہت مواقع آتے ہیں جہاں نگاہِ شوق ''ھل من مزید'' کی تمنا کرتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ابھی رضویات پر چند ہی موضوعات کے حوالے سے متواتر کام ہوا ہے اور بہت موضوعات ایسے ہیں جنھیں اب تک کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، اس طرح امام احمد رضا کی علمی خدمات کے تعارف کا حق ادا نہ ہو سکے گا، بلکہ جتنے متداول علوم ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا عصری‘ ان تمام میں آپ کی خدمات کو اجاگر کرنا ہوگا، تا کہ ہر فن کے ماہرین یا شائقین امام احمد رضا کی خدمات سے نگاہیں ٹھنڈی کر سکیں۔ مثلاً بایولوجی، کیمسٹری، اور میڈیکل سائنس کے ایک طالب علم کو کچھ معلوم نہیں کہ اعلیٰ حضرت کی خدمات ان علوم میں کیا ہیں؟ کیوں کہ اعلیٰ حضرت کے علوم پر لکھنے والے یا تو اس فن کے ماہر نہ تھے، یا جو تھے اُن کی پہنچ تصنیفاتِ رضا کے ضمن میں اُن فنون پر موجود مواد تک نہ ہو سکی۔ درس نظامی میں جو فنون دینی علوم کے لیے علوم آلیہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ان میں بھی کئی ایک فن ایسے ہیں جن پر تحریری کام نہیں ہوا، مثلاً نحو، صرف، بلاغت، معانی، بدیع، مناظرہ، منطق پر لکھنا باقی ہے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے ذمہ داروں نے اس سلسلہ میں سب سے کلیدی رول ادا کیا ہے، اور ایسے ایسے موضوعات پر مقالات پیش کیے ہیں جن پر کوئی ہمت نہیں جٹا پا رہا تھا۔ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ نے علوم ریاضی و ہیئت میں امام احمد رضا قدس سرہ کی عبقریت سے شائقین کو جو متعارف کرایا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے، اور ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم نے بھی اعلیٰ حضرت کے متعدد عقلی علوم پر کام کیا، ان سب کی روشنی میں اور خصوصاً امام احمد رضا کی اُن تصانیف اور حواشی کی مدد سے جو اَب تک شائع نہ ہوئے تھے اور اب دستیاب ہیں، ہم کوشش کریں گے کہ امام احمد رضا کے ۵۴ علوم وفنون پر علمی خدمات سے تعارف حاصل کریں۔

امام احمد رضا کے علوم وفنون کو اجاگر کرنے کی ضرورت کئی وجہوں سے ہے، ایک تو یہ کہ ان کے علوم وفنون کی فہرست سازی کی گئی تو ۵۴ علوم وفنون کے بعد تفریع در تفریع کرتے کرتے اس فہرست کو کوئی سو تک جو پہنچایا گیا اس کے نتیجے میں نقاد طبیعتیں اس کو ایک عقیدت مندانہ فہرست سمجھنے لگیں، ہم چاہتے ہیں کہ حقائق کو طلسمات میں کھونے نہ دیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام احمد رضا کے علمی افکار ونظریات کو ایک ایسے مولوی کی بات کے طور پر لیا گیا جس کا دائرۂ کار محدود اور جس کے مزاج میں ایسی شدت ہے کہ اس کا قلم کسی نظریاتی حریف کو برداشت نہیں کرتا، مخالفینِ اعلیٰ حضرت نے اُن کو اسی زاویے سے دیکھنے کی کوشش کی ہے، ضرورت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے وسیع دائرۂ تحقیق کو خوب روشن کر دیا جائے تا کہ دنیا کو باور کرایا جا سکے کہ جو اتنے علوم وفنون کا ماہر ہو وہ کسی علمی مسئلے میں افراط وتفریط کی راہ کیسے اختیار کر سکتا ہے، بلکہ وہ جو رائے قائم کرتے ہیں علم وفن کی ہر کسوٹی پر کھری اترتی ہے، ان کی تصنیفات کے صفحات پر سطر سطر بولتی محسوس ہوتی ہے، اور علم وفن کی حرارت قاری کے قلب ونگاہ کو جلا بخشتی ہے۔ قاری محوِ تماشا رہتا ہے کہ کیسے کسی ایک حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے دنیا کے کسی بھی فن کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔ کسی فرعی مسئلے میں بھی آپ نے دادِ تحقیق دی ہے تو ہر فن آپ کی بارگاہ کا خادم نظر آتا ہے کہ جب جس سے چاہتے ہیں کام لے لیتے ہیں۔ مثلاً اذانِ خطبہ منبر کے سامنے مسجد کے باہر دینے کا موقف آپ نے اختیار کیا، جو لگتا ہے محض روایتِ حدیث کا ایک مسئلہ ہے، پھر کسی اور فن سے اس کو کیا علاقہ ہو سکتا ہے، لیکن جب شمائم العنبر کا مطالعہ کریں تو حیرت واستعجاب کی ایک ایسی دنیا کی سیر کرتے ہیں جہاں ایک وقت میں دسیوں فنون مصنف کو دلائل فراہم کرتے نظر آتے ہیں اس کے مطالعہ سے پہلے شاید ہی کوئی تصور کر سکے کہ اس مسئلے کو قرآن کریم کی آیات، محاورات عرب سے بھی حل کیا جا سکتا ہے، ریاضی کے اصول، ہندسہ کے زوایا واشکال اور اقلیدس کے مقالات سے بھی اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے؟ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے بڑی پکی بات کہی تھی کہ مولانا احمد رضا صاحب بہت سوچ سمجھ کر کوئی رائے قائم کرتے ہیں کہ پھر ان کو اس سے رجوع کی ضرورت نہیں پیش آتی۔

بہر کیف مقصود یہ ہے کہ ’’امام احمد رضا قدس سرہ کے علوم وفنون‘‘ ہمارے لیے اس صدی کا ایک مستقل موضوع ہے، اور شائقین علم کے لیے پہلے ہم اسی موضوع کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔ ہماری ٹیم سرگرم ہو چکی ہے اور تکمیل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ☆☆☆☆

کلام رضا میں فکر بوحنیفہ کے جلوے

مولانا محمد حنیف حبیبی مصباحی: شیخ الحدیث دارالعلوم مجاہد ملت (دھام نگر: اڑیسہ)

مجد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) کی ہمہ جہت شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ان کے علمی قد کو اونچا کرنے کے لیے صرف ''فتاویٰ رضویہ'' ہی کافی ہے جو تقریباً بائیس ہزار (۲۲۰۰۰) صفحات، چھ ہزار آٹھ سو سینتالیس (۶۸۴۷) سوالوں کے جوابات، تخریج شدہ تیس (۳۰) جلدوں پر مشتمل فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا ہے،لیکن فاضل بریلوی کے ساتھ یہ بڑی ناانصافی ہوگی کہ ہم ان کی عظمت کا راز صرف ان کی فقہی تحقیقات میں تلاش کریں اوران کے شعری سرمایہ کو نظرانداز کردیں جو اردو کی نعتیہ شاعری کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس لیے آج ہماری گفتگو آپ کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے ان چند اشعار سے متعلق ہے جن کے اندر رسول اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات والا صفات کے ساتھ قلبی وارفتگی وشیفتگی کا والہانہ ذکر ہے، نیز آپ کی گہری عقیدت کے ساتھ حسن اعتقاد کا برملا اظہار بھی ہے۔

بے پناہ مسرت اس وقت ہوئی جب ہماری نظر قرون اولیٰ کی بزرگ ترین ہستی ،علم وعمل کے پیکر جمیل ،وقت کے جلیل القدر امام،امام اعظم ابوحنیفہ،نعمان بن ثابت (۸۰ھ-۱۵۰ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ قصیدہ پر پڑی اور یہ جان کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ حبیب کبریا ،رسول مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود مسعود کے ساتھ وہی تڑپ ،وہی کسک ،وہی اضطراب اور ماہی بے آب کی وہی کیفیت امام اعظم کے کلام میں بدرجۂ اتم موجود ہے جو کیفیت ہمیں کلام رضا میں نظر آتی ہے۔

سرور کون ومکان علیہ التحیۃ والثنا کی تعظیم وتوقیر اور عظمت ورفعت کے تعلق سے امام اعظم سے لے کر امام اہل سنت تک صدیوں سے امت مسلمہ کی فکری یگانگت اور اعتقادی ہم آہنگی دیکھ کر رب ذوالجلال کے لے ہماری جبین نیاز میں ہزاروں سجدہ شکر مچلنے لگتے ہیں،ساتھ ہی اس سچائی کے اعتراف میں ہمیں کوئی باک نہیں کہ فکر واعتقاد کے رخ سے ہمارا حریف خواہ مقلد ہو یا غیر مقلد ،بڑا ہی حرماں نصیب ہے کہ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ توہین وتنقیص کا یہ جذبہ بالکل من گھڑت، خود ساختہ اور اختراعی ہے کہ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں کہیں بھی اس کا ناپاک وجود نہیں ملتا۔

اب آیئے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔آپ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض گزار ہیں۔

انت الذی لولاک ماخلق امرؤ

کلا ولاخلق الوری لولاک

آپ کی ذات وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی فرد بشر پیدا نہ ہوتا نہیں، بلکہ سرے سے کسی مخلوق کی تخلیق ہی نہ ہوتی۔

انت الذی من نورک البدر اکتسی

والشمس مشرقة بنور بھاکا

آپ کا وجود ناز ایسا ہے کہ جس سے چودھویں کے چاند نے روشنی حاصل کی اور آپ ہی کے نور جمال سے آفتاب روشن وتاباں ہے۔

مذکورہ بالا اشعار سے یہ ثابت ہوا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی باعث کن فکاں اور وجہ تخلیق عالم وعالمیاں ہے۔ چاند کی چاندنی، سورج کی روشنی اور انسان کی زندگی، بلکہ جو کچھ عالم ہست وبود میں ہے، سب حضور ہی کے صدقے اور آپ ہی کے طفیل ہے۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو نہ ہم ہوتے، نہ تم ہوتے، نہ زمین ہوتی، نہ آسماں ہوتا۔

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہو تا

ذیل کے اشعار پڑھئے، بالکل اسی مفہوم کو امام اہل سنت نے اپنے کلام کی کڑی میں جس سلیقہ مندی سے پرویا ہے، اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اعلیٰ حضرت نغمہ طراز ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہان ہے

انہیں کی بو مایہ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے

انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

انت الذی لما توسل آدم

من زلة بک فازوھو أباکا

آپ ہی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش میں آپ کا وسیلہ پکڑا تو کامیاب ہوئے، حالانکہ وہ آپ کے جدامجد ہیں۔

وبک الخلیل دعا فعادت نارہ

بردا وقد خمدت بنور سناکا

آپ ہی کے وسیلے سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا کی تو ان کی آگ ٹھنڈی ہوگئی اور آپ کے نور کے صدقے نار بجھ گئی۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ابوالبشر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد کریم ہونے کے باوجود آپ کا وسیلہ پکڑا اور حضرت خلیل باآں رفعت وعظمت سید المرسلین کے توسل سے بے نیاز نہ ہو سکے۔ یہی فکر امام اہل سنت کے کلام میں کچھ اس طرح جلوہ نما ہے۔

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا

تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا ہر گیا

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خدائے قادر وجبار نے بے بس ومجبور نہیں، بلکہ بااختیار پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ عالم رنگ وبو میں اپنا نائب مطلق بنا کر بھیجا۔ آپ فریادرس ہیں، حاجت روا ہیں اور مشکل کشا ہیں۔ چرند وپرند اور بہائم وحیوانات تک کے مصائب وآلام دور فرمانے والے ہیں۔ آپ کے ان خدا داد اختیارات وتصرفات کا ذکر حضرت رضا نے درج ذیل اشعار میں جس خوبصورتی کے ساتھ کیا ہے، اس سے آپ کے شعری محاسن کے ساتھ خوش عقیدگی اور حسن اعتقاد کا جلوہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ رضا بریلوی یوں زمزمہ خواں ہیں۔

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم

جانور بھی کریں جن کی تعظیم

سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم
پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں
ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد
ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پہ شتران ناشاد
گلہ رنج وعنا کرتے ہیں

رضا بریلوی نے جن باتوں کو بزبان اردو بیان کیا ہے، عجیب اتفاق کہ بالکل اسی مفہوم کو صدیوں پہلے امام اعظم علیہ الرحمہ نے عربی میں نہایت عمدگی اور برجستگی کے ساتھ شعری پیکر میں ڈھال کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا ہے۔امام عرض پرداز ہیں۔

والذئب جاءک والغزالۃ قد أتت
بک تستجیر وتحتمی بحماک

بھیڑیا آپ کے پاس آیا اور ہرنی آپ سے حفظ وامان کی درخواست کرتے ہوئے اور آپ کی بارگاہ میں پناہ لیتے ہوئے حاضر ہوئی۔

وکذا الوحش أتت الیک وسلمت
وشکاالبعیر الیک حین رأکا

یوں ہی وحشی جانور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور سلام کیا اور اونٹ نے جس وقت آپ کو دیکھا، آپ سے (اپنے مالک کے ظلم کی) شکایت کی۔

صحیح بخاری و دیگر کتب احادیث میں صحیح روایات کے ساتھ انگشتہائے نبوت سے پانی جاری ہونے کا واقعہ اور معجزہ مذکور ہے۔سفر کا موقع ہے اور اہل کا رواں کا ذخیرہ آب ختم ہو جاتا ہے۔لوگوں کو پیاس کی شدت اور وضو وطہارت کے لیے پانی کی سخت ضرورت ہے۔صحابہ نے اپنی پریشانیاں بیان کیں۔آپ نے ایک قدح آب میں دست کرم کیا رکھا، انگلیوں کی گھائیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو جاتا ہے۔پیاسے میٹھے اور شریں پانی پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔واقعہ ذہن میں رکھیے اور حضرت رضا کا یہ ایمان افروز شعر گنگنائیے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

اس ایک شعر میں حضرت رضا نے اس واقعہ کی منظر کشی جس والہانہ انداز میں کی ہے، اس سے آپ کے فنی کمال، جودت طبع اور دربار نبوت کی عظمت ورفعت کا سکہ دلوں میں بیٹھ جاتا ہے۔

ان سب کے باوجود اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ''حدائق بخشش''میں عقیدت والفت کی یہ خوشبو جہاں سے آئی ہے، اسے بوستان بوحنیفہ کہتے ہیں۔امام علم وفن بلبل باغ مدینہ بن کر میٹھے میٹھے سر میں کچھ اس طرح نغمہ سنج ہیں۔

والماء فاض براحتیک وسبحت
صم الحصی بالفضل فی یمناکا

اور آپ کی ہتھیلیوں سے پانی رواں ہو گیا اور سخت کنکریوں نے بفضل الٰہی آپ کے ہاتھ میں اللہ کی تسبیح کی۔

لک معجزات اعجزت کل الوری
وفضائل جلت فلیس تحاکی

آپ کے ایسے معجزات ہیں جنھوں نے ساری مخلوق کو عاجز و بےبس کر دیا اور آپ کے عظیم وجلیل فضائل ہیں کہ ان کی مشابہت اختیار نہیں کی جا سکتی۔

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اوصاف حمیدہ اور فضائل وکمالات کا اعتراف حضرات انبیا و مرسلین علیہم السلام نے کیا۔

کتب سماوی آپ کی ادائے دلنواز، کاکل ورخ اور قامت زیبا کے دلنشیں تذکروں سے پر ہیں۔ مہ وانجم، شمس وقمر، سنگ وشجر، سمندر کی مچھلیاں، فضاؤں کے پرندے، پیڑ پودے، باشندگان زمین اور ساکنان فلک سب آپ کے ذکر جمیل میں رطب اللسان ہیں، پھر بھی آپ کی تعریف وتوصیف کا حق ادا نہ ہوسکا اور آپ کے فضائل ومحاسن ہیں کہ ختم ہونے کو نہیں آتے۔ ظاہر ہے جس ذات گرامی کی مدح وثنا خود خدا فرمائے، خدائی اس کی مدحت کا حق ادا کرے بھی تو کیونکر کرے۔ آیئے بغیر کسی تبصرہ کے امام اعظم اور امام اہل سنت کے چند ابیات ملاحظہ کرتے چلیں۔

انجیل عیسی قد أتی بک مخبرا
ولنا الکتاب أتی بمدح حلاکا

عیسی علیہ السلام کی انجیل آپ کی خبر دیتے آئی اور ہماری کتاب (قرآن کریم) نے بھی آپ کے اوصاف بیان کیے۔

واللہ لوان البحار مداد هم
والشعب اقلام جعلن لذاکا

بخدا! اگر سارے سمندر ان کی روشنائی ہوجائیں اور درخت کی شاخیں ان کے لیے قلم بنادی جائیں۔

لم یقدی الثقلان تجمع نذرہ
أبدا وما اسطاعوالہ ادراکا

تب بھی جن وانس مل کر کبھی آپ کی تھوڑی سی (کما حقہ) مدح وثنا نہیں لکھ سکیں گے اور نہ ہی اس کا ادراک کرسکیں گے۔
امام اہل سنت قدس سرہ عرض کرتے ہیں۔

کیوں نہ زیبا ہو تجھے تاجوری
تیرے ہی دم کی ہے سب جلوہ گری

ملک وجن بشر حور وپری
جان سب تجھ پہ فدا کرتے ہیں

تیرے توصف عیب تنا ہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح حضور
تجھ سے پھر ممکن ہے کب مدحت رسول اللہ کی

یہ تو نمونے کے چند اشعار تھے، ورنہ رضا بریلوی کا پورا نعتیہ دیوان (حدائق بخشش) اسی جذبہ کی عکاسی کرتا ہے جس کا اظہار جلیل القدر تابعی حضرت امام ابوحنیفہ قدس سرہ نے خیر القرون میں فرمایا تھا۔ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی ذات گرامی کے ساتھ حضرت رضا کی والہانہ عقیدت وشیفتگی یقیناً امام اعظم کا عطیہ ہے۔ رسول کون ومکان صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے توسل واستغاثہ، نداوفریاد، حیات بعد ممات، شفاعت ومعجزات اور اختیارات وتصرفات جن کی تعلیم امام احمد رضا زندگی بھر دیتے رہے، وہ عقیدہ ان کا طبع زاد نہیں، بلکہ اپنے امام کی تقلید واتباع اور سنت وشریعت کی پیروی کا نتیجہ ہے۔ برا ہو تعصب وعناد کا کہ یاروں نے خواہ مخواہ امام اہل سنت پر بہتان تراشی کی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کو مسلک امام اعظم سے پرے باور کرایا، جب کہ سچائی یہی ہے کہ مسلک رضا مسلک بوحنیفہ ہی ہے۔ باغ نعمان ہی سے آنے والی عشق وعقیدت کی یہ خوشبو بریلی اور بریلویوں کو مہکا رہی ہے۔

معطر ہے اسی کوچہ کی بو سے اپنا صحرا بھی
کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

☆☆☆☆☆
☆☆☆

سگریٹ اور تمباکو نوشی کے نقصانات

ازقلم: مفتی سید شہباز اصدق چشتی (سہسرام)

تمباکو نوشی انسان کے لیے سمِ قاتل اور زہر ہلال ہے۔اس کے باوجود لوگ سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی میں بری طرح ملوث نظر آتے ہیں۔سگریٹ اور تمباکو کی بڑھتی تباہ کاریوں پر لگام لگانے کے لیے آرگنائزیشن W.H.O نے 31: مئی ۱۹۸۷ء کو world no tobacco day یعنی انسداد سگریٹ نوشی کا دن منانے کا فیصلہ کیا۔اس کے بعد سے آج تک ہر سال 31: مئی کو پوری دنیا میں عالمی یوم انسداد تمباکو نوشی منایا جاتا ہے۔اس موقع پر تمباکو سے ہونے والے نقصانات کے اعداد و شمار منظر عام پر لائے جاتے ہیں ۔W.H.O عالمی تنظیم صحت کی طرف سے عالمی سطح پر صورت حال سے نمٹنے کے لیے تمام ممالک کو رہنما خطوط بھیجے جاتے ہیں۔

برسوں سے عالمی سطح پر تمباکو کے خلاف مہم چل رہی ہے ،لیکن اس طویل اور مسلسل جد و جہد کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر سال ملکی اور عالمی سطح پر سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی کا گراف غیر معمولی طور پر بڑھتا ہوا نظر آ رہا ہے۔

عالمی ادارہ صحت W.H.O کی جانب سے جاری اعداد و شمار کے مطابق سگریٹ اور تمباکو کے استعمال اور تمباکو نوشی کی وجہ سے دنیا میں ہر چھ سیکنڈ میں ایک شخص کی موت ہوتی ہے ۔وہیں ہندوستان میں ہر روز یعنی 24: گھنٹے میں 2,800: سے زیادہ لوگ تمباکو کی مصنوعات کے استعمال کی وجہ سے موت کی آغوش میں سو جاتے ہیں۔

ہندوستان طبی تحقیق [ایس۔سی۔ایم۔آر] کی رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں ہر دن 5,500: بچے تمباکو نوشی کے استعمال کا آغاز کرتے ہیں۔اور بالغ ہونے کی عمر سے قبل ہی وہ تمباکو کے عادی ہو جاتے ہیں۔

مسلمانوں میں بھی سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی کی لعنت عام ہے۔غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی بات تو درکنار، تعلیم یافتہ حضرات بھی خلوت وجلوت میں اس کا استعمال بڑے فخریہ انداز میں کرتے ہیں ۔تمباکو کے استعمال سے متعلق مسلمانوں کے تناسب کی وضاحت کرتے ہوئے ایک سروے رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی کل آبادی 52494: بلین ہے اور دنیا کی کل مسلم آبادی دو بلین ہے ۔دنیا میں سگریٹ نوشی کرنے والوں کی کل تعداد 152491: بلین ہے یعنی دنیا کے 3 5: فیصد مسلمان سگریٹ نوشی کرتے ہیں ۔سگریٹ اور تمباکو کے استعمال میں مسلمانوں کی مذکورہ شرح روز افزوں ہے جو انتہائی تشویش ناک ہے۔

اسلام نے حفظان صحت پر بے پناہ زور دیا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اور کتب احادیث میں طہارت ،نظافت ،حفظان صحت، طیبات کے استعمال اور خبائث سے اجتناب کی واضح اور مفصل تعلیمات موجود ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: (**و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ**) [البقرہ] اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔نیز اللہ رب العزت کا فرمان ہے: (**و لا تقتلوا انفسکم ان اللّٰہ کان بکم رحیما**) [النساء] اپنے قتل کا سامان مت کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے ۔حدیث شریف میں فرمایا

گیا: (لا ضــــرر و لا ضــــرار) [مسند احمد] نیز ارشاد ہوا: (ان لنفسک علیک حقا)

یہ اور اس طرح کی تمام آیات و احادیث میں واضح طور پر فرما دیا گیا کہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے جسم و جان کی حفاظت کرے اور اسے ہر طرح کے خلل و نقصان سے بچائے۔ منشیات اور اس سے متعلق تمام چیزوں کا استعمال صحت و انسانی جسم کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ ایک امر مسلم ہے، لہٰذا اس کا استعمال یقیناً اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف اور شرع شریف کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

محققین اطبا سگریٹ اور تمباکو کے سم قاتل ہونے پر متفق ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ طبی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کا جسم نشہ آور اشیا کے استعمال سے مختلف ہولناک اور مہلک امراض کا مجموعہ بن جاتا ہے۔ تمباکو اور اس کے دھوئیں میں تقریبا چار ہزار کیمیکل موجود ہوتے ہیں، جن میں اڑھائی سو کے قریب انسانی صحت کے لیے نہایت نقصان دہ پائے گئے ہیں اور پچاس سے زائد ایسے کیمیکل موجود ہوتے ہیں جو کینسر کا سبب بن سکتے ہیں۔ ان میں چھ کیمیکل بینذین [پٹرولیم کی پروڈکٹ] امونیا [ڈرائی کلینگ اور واش رومز میں استعمال] فارمل ڈی ہائیڈ [مردوں کو محفوظ کرنے کا کیمیکل] اور تارکول شامل ہیں۔

منشیات کے نقصانات کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور امریکی محقق ڈاکٹر ٹوم فرگسیوسن نے لکھا: '' وہ لوگ جو تمباکو نوشی کرتے ہیں، ان کے پھیپھڑوں میں کینسر پایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تمباکو نوش کو larynx، منہ نرخرہ، مثانہ گردے اور پتہ کے کینسر کا مرض ہوتا ہے۔ صرف امریکہ میں پھیپھڑوں کے کینسر کا نوے فی صد مرض تمباکو نوشی سے ہوتا ہے۔ یہ کش کی گہرائی اور سگریٹ کے اندر موجود تار کول مقدار پر منحصر ہوتا ہے۔

تمباکو کے دھوئیں سے خون کی نالیاں سخت ہو جاتی ہیں جس سے ہارٹ اٹیک اور سٹروک کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تمباکو نوشی کرنے والے ہارٹ اٹیک جیسی خطرناک بیماری میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ٹوم فرگسیوسن نے لکھا: ''تحقیق یہ بات ثابت کرتی ہے کہ کاربن مونوآکسائڈ کی مقدار ہارٹ اٹیک پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایک جدید سرجن جنرل کی رپورٹ کے مطابق 170,000: ہارٹ اٹیک ہر سال صرف سگریٹ نوشی کے نتیجہ میں واقع ہوتا ہے۔

تمباکو کے دھوئیں میں موجود کاربن مونوآکسائیڈ گیس ہوتی ہے، جو خون میں آکسیجن کی کمی کا باعث ہوتا ہے۔ سگریٹ نوش سانس کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے جس میں برونکائٹس [COPD] اور ایفی زیما [Emphysema] قابل ذکر ہیں۔ تمباکو نوش کا بلڈ پریشر دس سے پندرہ ہے، جس کے نتیجے میں خون کی نالیوں میں اور دل میں زائد دباؤ پڑتا ہے اور ہارٹ اٹیک کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ سگریٹ نوشی سے جسم کی رگوں یعنی نالیوں میں بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض حالات میں جسم کے اعضا کو کاٹنا پڑتا ہے، اور ان حالات میں پھیپھڑوں میں درد اور خون کے لوتھڑے جمع ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔

سگریٹ نوشی قوت باہ اور قوت مردانگی پر بھی بری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ ہیلتھ سنٹر پر مطالعہ کے ذریعہ یہ انکشاف ہوا ہے کہ سگریٹ نوش حضرات کے عضو تناسل کی قوت ایستادگی میں کمی واقع ہوتی ہے۔ ڈاکٹر گولڈاسٹین نے جزم و یقین کے ساتھ لکھا ہے: '' آج امریکہ میں تمباکو نوشی نامردی کا اصل سبب ہے۔ یہ قوت مردانگی کو گھٹانے کے سوا تولیدی جرثوموں کو بھی متاثر کرتی ہے''۔

وہ خواتین جو سگریٹ نوشی یا تمباکو نوشی کرتی ہیں، انھیں ایسے ہی نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ مردوں کو کرنا پڑتا ہے، اس کے علاوہ خواتین کو مختلف قسم کی بیماریوں سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہے، مثلاً سگریٹ نوشی کرنے والی خواتین کو حمل ٹھہرنے میں مقررہ وقت

سے زیادہ عرصہ لگتا ہے اور ان کے حمل کے ساقط ہونے کا خطرہ بھی لاحق رہتا ہے اور ان خواتین میں قبل از وقت زچگی کی کیفیت پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ وقت سے قبل بچہ کی پیدائش دونوں کے لیے موت اور مصیبت کا باعث ہے۔اسی طرح سگریٹ نوشی کرنے والی خواتین حیض کے نظام سے بری طرح متاثر ہوتی ہیں اور لیکوریا جیسے امراض کا ابتدائے شباب یا وسط شباب میں شکار ہو جاتی ہیں۔

سگریٹ اور تمباکو نوشی اس طرح کی بے شمار ہولناک بیماریوں کا ذریعہ ہے۔سگریٹ اور تمباکو نوشی ایک ایسی لعنت ہے جو نہ صرف پینے والے کو متاثر کرتی ہے، بلکہ اس کے مہلک اثرات کی زد میں وہ لوگ بھی آتے ہیں جو پینے والے کی صحبت اور ان کے ساتھ رہن سہن اور بود و باش اختیار کرتے ہیں۔

منشیات کے استعمال کا یہ پہلو جانی نقصانات سے متعلق تھا۔دینی ،مالی ،سماجی اور اخلاقی اعتبار سے اس کے نقصانات جگ ظاہر ہیں۔افسوس تو اس بات کا ہے کہ بے شمار تعلیم یافتہ حضرات جو اس کے نقصانات سے باخبر ہیں،اس کے باجود وہ اس لعنتی حصار سے خود کو نکالنے پر راضی نہیں۔یاد رکھیں کہ جس ملک سے آپ کو یہ سم قاتل اور زہر ہلاہل سب سے زیادہ مقدار میں موصول ہوتا ہے، وہاں کا طرز عمل آپ سے مختلف ہے۔اس حقیقت کو جاننا ہو تو ڈاکٹر اسٹیفن کا درجہ ذیل اقتباس پڑھیے۔

"In Israel smoking is a taboo, if you are their guest dont smoke in their house, they would politely ask you to go out for a smoke."

یہودی ملک اسرائیل میں سگریٹ نوشی ممنوع ہے [وہاں صرف کوئی غیر ملکی مہمان ہی سگریٹ پی سکتا ہے)،اگر آپ یہاں مہمان ہیں تو آپ ان کے گھر میں سگریٹ نہ پئیں ۔وہ آپ کو شائستگی سے کے ساتھ کہہ دیں گے کہ آپ باہر جا کر سگریٹ پی آئیں۔

وقت کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم فیشن کے طور پر منشیات کا بے محابا استعمال کر رہے ہیں،حالانکہ جسے ہم فیشن سمجھ کر استعمال کر رہے ہیں، وہ فیشن نہیں،تباہی و بربادی کا پیش خیمہ،زہر قاتل اور خاموش موت کا سبب ہے۔

کاش ڈاکٹر اقبال مرحوم کا یہ فلسفہ ہم سمجھ پاتے ؎

ساحر المو ت نے تجھ کو دیا برگ حشیش
اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخ نبات



شعبہ تخصص فی الفقہ کا آغاز

شہر کلکتہ کی مشہور و معروف عظیم درس گاہ جامعہ عبد اللہ بن مسعود گلشن کالونی (کلکتہ) میں شوال المکرّم ۱۴۳۹ھ مطابق جولائی ۲۰۱۸ء سے شعبہ ''تخصص فی الفقہ والافتا'' کا آغاز کیا گیا ہے۔ شعبہ حفظ و قرأت اور شعبہ عالمیت کا نظم کئی سالوں سے ہے۔مقامی بچوں کے لیے مختلف مقامات پر ناظرۂ قرآن اور ابتدائی دینیات کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

جامعہ عبد اللہ بن مسعود کے فارغین ملک بھر میں دینی و ملی خدمات میں مصروف عمل ہیں۔یہ ادارہ تعلیمی خدمات کے ساتھ تبلیغی واشاعتی خدمات بھی انجام دیتا ہے۔مختلف موضوعات پر ہر سال علمی سیمینار کا بھی انعقاد ہوتا ہے۔جامعہ کے متعدد برانچ بھی ہیں۔ عالم شریعت پیر طریقت حضرت علامہ مفتی رحمت علی تیغی مصباحی جامعہ کے بانی و سربراہ ہیں۔مولانا موصوف کی بے لوث خدمات نے جامعہ کو اس منزل تک پہنچایا۔اللہ تعالیٰ مفتی موصوف اور جامعہ کے جملہ منتظمین ،تمام اساتذہ و معاونین کو دارین کی سعادتوں سے شادکام فرمائے: آمین طارق انور مصباحی (مدیر)

سیکولرزم کا پروپیگنڈہ اور اسلامی تعلیمات

مولانا محمد شاہد علی مصباحی (باگی، جالون: یوپی)

سیکولرزم ایک ایسا خوبصورت دھوکہ ہے جیسے شہد کے بوتل میں زہر۔ جب سے سیکولرزم کو وجود ملا، تب سے اب تک سیکولرزم نے انسانی فلاح و بہبود اور سماجی ترقی کے نام پر اتنی جانیں لی ہیں اور اس قدر بے گناہوں کا خون بہایا ہے کہ اس کا شمار مشکل ہے۔ سیکولرزم کی تاریخ ایک خونی تاریخ ہے۔سیکولرزم کو عیسائیوں نے ایجاد کیا ہے۔عیسائیوں کو بھی جب سیکولرزم کے دیئے ہوئے زخم بھرنے کا کوئی راستہ نظر نہ آیا تو اس نے ''میں کانا تو دنیا بھی کانی'' کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے سیکولرزم کے مہلک جراثیم کو اپنے دشمنوں کے مابین تنزلی، غربت، بے روزگاری اور بھوک مری جیسے امراض کے تریاق کی شکل میں پیش کیا۔ آیئے سب سے پہلے جانتے ہیں کہ سیکولرزم کس بلا کا نام ہے؟

سیکولرازم کی تعریف: دنیاوی امور سے مذہب اور مذہبی تصورات کا اخراج یا بے دخلی سیکولرزم کہلاتا ہے (وکی پیڈیا)

سب سے پہلے سیکولرزم کی اصطلاح کو برطانیہ کے جارج جیکوب ہولیاک نے 1851 میں استعمال کیا تھا۔ یہ اصطلاح دراصل چرچ اور ریاست کو الگ کرنے کے لیے استعمال کی گئی تھی۔ گویا سیکولرزم درحقیقت سیاست اور مذہب کے مابین تفریق کا نام ہے۔

سیکولرزم کا خلاصہ ہے جمہوریت اور مساوات، آئینی اور نمائندہ حکومت، فکر و ضمیر کی آزادی، تحریر و تقریر کی آزادی، پریس کی آزادی، تنظیم و تحریک بنانے کی آزادی اور اختلاف رائے کی آزادی۔

سیکولرزم کے رواج پا جانے کے بعد پہلی بار ہر شخص کو اس بات کا موقع ملا کہ وہ دیگر امور کی طرح مذہبی مسائل پر بھی بلاخوف و خطر غور کرے اور جو عقائد و نظریات عقل کے خلاف نظر آئیں، ان کو رد کردے۔

تاریخی اعتبار سے امریکہ عہد جدید کا سب سے پہلا سیکولر ملک ہے۔امریکہ کا خالص سیکولر آئین 1788 میں منظور ہوا۔ چین، جاپان، روس، فرانس، اٹلی، ترکی، لبنان، ازبکستان اور ہمارے ملک ہندوستان سمیت کئی دیگر ممالک سیکولر اسٹیٹ ہیں۔

عہد حاضر میں سیکولرزم کا مقصد:

سیکولرزم کی ابتدا عیسائیوں کی اپنی غلطی سے ہوئی۔ عیسائی پادری بھی اس پر خوش نہیں تھے اور اسے روکنے میں بے بس تھے۔اس کا خمیازہ آج پورا یورپ بھگت رہا ہے۔ اخلاقیات تباہ ہو چکی ہیں، زنا عام ہے، والدین اولڈ ایج ہوم میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں، شراب نوشی عام ہونے اور اس سے ہونے والے نقصانات پر یوروپی سائنس بھی اشکبار ہے، لیکن اب اسلام سے دشمنی رکھنے والے کفار خصوصاً یہود و نصاریٰ مسلم ممالک میں سیکولرزم کی نحوست کو عام کر کے مسلمانوں کو دین سے دور کرنا چاہتے ہیں اور بالواسطہ ان پر اپنی حکومت قائم کرنے کے متمنی ہیں اور قوم مسلم لاشعوری طور پر ان کا ساتھ دے رہی ہے۔ وہ مسلمان جو مغرب کی ترقی سے مبہوت ہو گئے یا جنہوں نے یوروپ کے اداروں میں تعلیم حاصل

کی ہے یا جن کی عقلوں پر مذہب بیزاری کا پردہ پڑا ہوا ہے، ایسے تمام لوگ سیکولرزم کے حامی ہیں۔

سیکولرزم کے خوبصورت فریب:

سیکولر لوگ کس طرح معنوی اور تاریخی ہیرا پھیری کر کے سیکولرزم کو ایک نعمت ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

سیکولرازم کوئی مذہبی عقیدہ نہیں، نہ ہی یہ لادینیت ہے، بلکہ مذہب کے بارے میں غیر جانبدارانہ پالسی اختیار کرنا ہے، جبکہ سیکولر حضرات نفاذ شریعت کے خلاف ہمہ وقت مورچہ زن رہتے ہیں اور ساتھ ہی فرماتے جاتے ہیں کہ ہم شریعت کے خلاف نہیں اور اسی طرح کہتے ہیں کہ سیکولرزم ترقی ہے اور وہیں مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ سیکولرزم عزت و وقار کو پانے کا ایک واحد ذریعہ ہے۔ جو قومیں یا جو ممالک سیکولر نہیں ہیں، وہ عزت و وقار ،ترقی اور فلاح و بہبود سے محروم ہیں۔

لیکن کوئی دعویٰ اس وقت تک دعویٰ کی حیثیت ہی نہیں رکھتا جب تک کہ اس دعویٰ کی دلیل فراہم نہ کر دی جائے۔ البتہ ہمیں ضرور یاد ہے کہ بوسنیا و ہرزیگووینا کے مسلمان سرتا پا سیکولر تھے اور اس انتہا درجہ تک سیکولر تھے کہ انہوں نے اپنے مسلم ناموں کو بھی چھوڑ دیا تھا، اس کے باوجود سربوں اور کروشیائی باشندوں نے ڈھائی لاکھ سے زیادہ بوسینیائی مسلمانوں کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ :اگر چہ تم مسلمان نہیں ہو ،لیکن تمھارے باپ دادا تو مسلمان تھے۔ ترکی آئینی اعتبار سے سیکولر ہے اور دو چار سال نہیں، بلکہ پورے 80: سال سے، مگر اس کے باوجود یوروپی اتحاد نے اسے مسلمان کہہ کر دھتکار دیا ہے اور مسلم دنیا گزشتہ ستر سال سے سیکولر ہے اور اس کا نتیجہ غربت وافلاس ،تنگدستی ،بدعنوانی کی شکل میں ظاہر و باہر ہے۔ اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس سیکولر دنیا میں اگر بدعنوانی ہے تو اس کا ذمہ دار بھی سیکولرزم ہی ہے، مذہبی عناصر نہیں، کیوں کہ اقتدار پر قبضہ تو سیکولرزم کا ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو قوم مسلم کو سیکولرزم کی نہیں، مذہب کی ضرورت ہے۔ سیکولرزم مسلم دنیا کے لیے گندہ انڈا ثابت ہو چکا ہے۔

سیکولرزم کی تباہ کاریاں:

سیکولرزم جن معاشروں میں نافذ ہوا اور جہاں جہاں ایسے حکمران منتخب یا مسلط ہوئے جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ حکومت کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ،انہوں نے سیکولرزم کے نام پر اس قدر انسانی خون بہایا کہ اس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ صرف مسلم ممالک کے سیکولر حکمرانوں کی فہرست اٹھالیں ،ان کے کارنامے پڑھ کر حیران و ششدر رہ جائیں گے۔

مصر کے مشہور سیاسی لیڈر جمال عبد الناصر کے دامن پر ڈھائی لاکھ لوگوں کے قتل کا الزام عائد ہے۔ سیکولرزم اس کے خون میں رچا بسا تھا۔ ایران میں شاہ رضا پہلوی کی سیکولر آمریت لاکھوں لوگوں کے قتل سے جانی جاتی ہے۔ ترکی کا سیکولر حاکم کمال اتاترک جس نے اس خلافت عثمانیہ کو اپنے سیکولرزم کی بھینٹ چڑھا دیا جو تقریباً پانچ صدیوں تک پورے عالم اسلام پر بلاشرکت غیر حکومت کرتی رہی۔ جس نے یورپ اور مغرب سے اٹھنے والے بہت سے خطرناک طوفانوں کو ان کی اوقات دکھائی تھی۔ جہاں پریس کے پہلے موجد ابراہیم نے دنیا کو چونکا دیا تھا اور جہاں خدافین نامی شخص نے سترہویں صدی کے آغاز میں فضا میں اڑنے کا پہلا کامیاب تجربہ کیا تھا، اس کے بنائے ہوئے چمڑے کے پنکھ آج بھی استنبول کے مشہور برج غلاطہ میں رکھے ہوئے ہیں، جس کی ترجمانی علامہ اقبال نے یوں کی ہے:

چاک کر دی ’’ترک ناداں‘‘ نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

اب آپ لاطینی یا جنوبی امریکا کے کسی بھی حکمران کی تاریخ

اٹھا لیں، آپ کو ظلم و ستم کی داستانیں ملیں گی۔صرف چلی کے پنوشے کے مظالم اس قدر ہولناک ہیں کہ قلم لکھتے ہوئے خون آلود ہونے لگتا ہے۔وہ تو باقاعدہ طور پر الیکشن بھی جیتا تھا۔آپ اسرائیل کے مظالم دیکھ لیجیے، دل خون اگل دے گا۔امریکہ کی جانب سے ہیروشیما و ناگاساکی پر ایٹمی بم باری کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں،حواس باختہ ہو جائیں گے۔برما اور فلسطین میں مسلمانوں کے قتل اور خون ریزی تو ابھی آپ کی نگاہوں سے اپنے اثرات بھی نہ مٹا سکی ہوگی۔یہ ساری ہلاکت و غارت گری، قتل اور خون ریزی سیکولر کہے جانے والے حکمرانوں نے کی ہے۔

جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم کے دوران ایسے حکمران دنیا پر حکومت کرتے تھے جو جمہوری طور پر منتخب بھی تھے اور سیکولر بھی تھے۔برطانیہ،فرانس، جرمنی، امریکا، بیلجیم، اٹلی و دیگر مما لک میں مذہب کو ریاست و سیاست سے الگ بھی کر دیا گیا تھا اور حکمران بھی جمہوری طور پر منتخب تھے اور ان سب نے جنگوں میں اتنے لوگ قتل کیے ہیں جن کی تعداد پوری انسانی تاریخ میں قتل ہونے والوں میں سب سے زیادہ ہے۔سیکولرزم کا اصلی چہرہ یہی ہے۔

سیکولرزم نے ہمیشہ لوگوں کا خون بہایا اور اس کو ایک خوبصورت تصور دیا کہ ہم ان لوگوں کو اس لیے قتل کر رہے ہیں کہ یہ لوگ جمہوریت اور سیکولرزم کے دشمن ہیں۔تخریب کار اور اور دہشت گرد ہیں۔سیکولرزم نے سب سے زیادہ نقصان عالم اسلام کو پہنچایا ہے۔

سیکولرزم اور قوم مسلم

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو نام کے مسلمان ہیں ،مگر دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں ۔ان کا پورا میلان اسلام مخالف نظریات کی طرف ہے۔ ایسے افراد آج بکثرت پائے جاتے ہیں۔چند علامات سے ان کو پہچانا جا سکتا ہے۔جو اپنے آپ کو مفکر اسلام،مخیرّ قوم و ملت ٹھہراتے ہیں اور ان کے کام اسلام کے برعکس ہوتے ہیں۔جو یہ آواز لگاتے نہ تھکتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات آج کے ترقی یافتہ دور میں جاری کرنے کے لائق نہیں۔حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے کے درپے رہتے ہیں۔دین پر عمل کرنے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور دینی شعائر مثلاً: داڑھی،ٹوپی، کرتہ وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں،اور دین دار لوگوں کو کم عقل تصور کرتے ہیں۔ان کے فکری رجحان کی کوئی سمت متعین نہیں ہوتی، جدھر کی ہوا ہوتی ہے،ادھر کا رخ کر لیتے ہیں،مثلاً جب تک روس غالب تھا تو کمیونزم کے حامی تھے اور جب سے امریکا کو غلبہ ہوا تو جمہوریت کی مدرح سرائی کرنے لگے۔یہ لوگ آزادی نسواں اور آزادی رائے جیسے خوبصورت نعروں سے متأثر ہیں، جنہیں مغرب زدہ بھی کہا جاتا ہے۔

اسلام کے خلاف سیکولرزم کا پروپیگنڈہ:

اسلام کو نشانہ بنا کر مختلف پروپیگنڈے اختیار کیے گئے مثلاً:اسلام کی تعلیمات روایات قدیمہ کی حامل ہیں جو مادی دور میں قابل عمل نہیں ۔علمائے اسلام کو جاہل و شدت پسند اور دہشت گرد قرار دیا گیا۔اسلام کو خونی مذہب کہا گیا،جبکہ حالات برعکس ہیں جو گزشتہ عبارات سے عیاں ہے۔ایک سروے کے مطابق گزشتہ سو سالوں میں تقریباً سترہ کروڑ انسانوں کو جمہوریت کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔قرآن وحدیث کے متعلق یہ پروپگنڈہ کرنا کہ وہ ایک خاص جماعت اور نسل کے لیے نازل کیا گیا تھا۔ایمان بالغیب کا انکار کرنا اور اس کا مذاق اڑانا،مسلمان معاشرہ میں موجود اخلاقی قدروں کو ملیا میٹ کرنا اور اباحت پسندی کو عام کرنا،جنسیت،فیشن پسندی،عشق بازی،حیا سوزی،فتنہ وفساد،بد اخلاقی اور بد کرداری کو فروغ دینا،ودیگر امور جن سے تعلیمات

اسلامیہ مکمل اجتناب کا حکم دیتی ہے۔ توحید کے مقابلہ میں روشن خیالی کو عام کرنا ، اسلام کے خلاف جاری فکری یلغار کو متبادل و ثقافت کا نام دینا، بلا دلیل اسلام کو دہشت گرد اور مسلمان حاکموں کو ظالم ،متعصب، قاتل اور سفاک و بے رحم ثابت کرنا، شراب، جوا، سود اور محرمات کو نئے نئے ناموں سے مسلمانوں کے مابین متعارف کروانا، تاکہ حلال وحرام کی تمیز نہ رہے۔

اسلام اور اس کی تعلیمات مثلاً حدود، تعزیرات وغیرہ اور اسلامی شخصیات مثلاً حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام مجاہدین وغیرہ کی بے ادبی وتنقیص اور ان کی زندگیوں کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے مشکوک کرنا، اسلامی سزاؤں میں عورت کو مظلومہ کی شکل میں پیش کرنا، مسلم علما کو اپنے قول فعل میں نظر انداز کرنا، عصر حاضر کے علما سے عوام کو بدظن کرنا، یہ سب پروپگنڈے اسلام کے خلاف چلائے جا رہے ہیں ، تاکہ سیکولرزم کے نام پر مسلمانوں کو راہ راست سے ہٹایا جا سکے۔

اس فتنے سے مسلمانوں کو کیسے بچایا جائے؟

علمائے کرام کو چاہئے کہ حالات و واقعات اور جدید فتنوں سے ہر وقت باخبر رہیں اور ہر جدید فتنے کا بروقت رد کریں۔

بلاضرورت تنقید اور جرح وقدح سے حتی الامکان پرہیز کریں۔

ہر مسئلہ کی خود تحقیق کی جائے، شر پسند عناصر سے سنی سنائی بات پر عمل نہ کیا جائے۔

صرف اعتراضات نہ کریں، کچھ کام کرنے کی عادت ڈالیں اور اچھے مصنفین کو پڑھیں۔ ۔

بیانات عمدہ اسلوب میں ہوں، شائستہ اور عام فہم الفاظ کا استعمال کریں۔ جو بات بتائی جائے، وہ دلیل کے ساتھ بتائیں اور ہو سکے تو اس حکم کی علت بھی بیان کریں، تاکہ سیکولر حضرات تنقید کا نشانہ نہ بنا سکیں۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ علما کا تعلق متوسط طبقہ کے لوگوں سے زیادہ ہوتا ہے اور بہت غریب اور بہت امیر اور صاحب منصب اور صاحب اقتدار لوگوں سے کم ہوتا ہے۔ ہمیں اس خلیج کو پاٹنا ہوگا، تاکہ اس قسم کے افراد کو بھی سیکولرزم کے فریب سے بچایا جا سکے۔

مختلف مقامات پر دین بیداری مہم کے تحت پروگرام کیے جائیں اور اچھے تجربہ کار علما کے شائستہ بیانات ہوں جو سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وسیرت صحابہ کرام کو احسن طریقے پر پیش کر سکیں، تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان ہستیوں کی محبت اور عظمت مستحکم ہو جائے۔

پیشہ ور مقررین اور مختلف فیہ و جاہل پیروں سے حد درجہ اجتناب کیا جائے، تاکہ لوگ ان کی وجہ سے اسلام سے بدظن نہ ہوں۔

علمائے اہل سنت کو سیاست میں حصہ لے کر اسمبلی و پارلیامنٹ تک دسترس حاصل کرنا چاہئے تاکہ وہاں اٹھنے والے اسلامی مسائل کا تشفی بخش جواب دے سکیں۔

خالص اسلامی چینلز کا قیام اور ان پر اسلام کے قوانین کی حکمتیں اور اسلام کے محاسن اور عوامی فلاح و بہبود پر مستقل بیانات شائع کیے جائیں، نیز میڈیا میں جو دین اور علما کے متعلق غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں ان کا بروقت تدارک ہو۔

باہمی تنازعات کو سوشل میڈیا یا پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کی بجائے علمائے کرام آپس میں بیٹھ کر سلجھانے کی کوشش کریں۔

ان تدابیر پر عمل کرتے ہوئے ہم قوم مسلم کو سیکولرزم کے فتنوں سے محفوظ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں لادینیت اور مذہب بیزاری سے محفوظ و مامون رکھے (آمین)

☆☆☆

یہود و نصاریٰ اور مسلمان

قسط دوم

دنیا بھر میں مسلمانوں کے قتل عام کی دلخراش داستان

مولانا محمد شاداب امجدی گھوسی: استاذ دارالعلوم فیضان غوث اعظم (سورت)

کوسوو: اقوام متحدہ کے زیر انتظام جنوبی سربیا کا علاقہ ہے اور اس کو یورپ کے نیم خود مختار علاقوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ علاقہ کی سرحدیں مونٹینگرو، البانیہ اور مقدونیہ سے ملتی ہیں۔ آبادی بیس لاکھ سے کچھ زیادہ ہے، جن میں زیادہ تر البانوی نژاد مسلمان ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر قابل ذکر آباکاروں میں سرب، ترک، بوسنیائی اور رومانیہ کے لوگ شامل ہیں۔ پرسٹینہ سب سے بڑا شہر اور صدر مقام ہے۔

سربیا ہی یوگوسلاویہ کا سب سے بڑا صوبہ تھا اور یوگوسلاویہ کی فوج اور صنعت میں اس کا حصہ سب سے زیادہ تھا، اس لیے سربیا نے اپنی آزادی کے فوراً بعد سرب فوج کو بچانے کے بہانے اپنی فوج کوسوو بھیج دی اور سرب افواج نے ایسے ایسے مظالم مسلمانوں پر ڈھائے کہ جن کو پڑھ کر روح کانپ جاتی ہے اور دوسری جانب البانوی نژاد باشندوں نے صرف دفاع کیا، آگے بڑھ کر کوئی حملہ نہیں کیا۔ جب ان کے اس طرز دفاع سے یہ واضح ہو گیا کہ البانوی نژاد باشندے سربیا سے آزادی چاہتے ہیں تو اس وقت ابراہیم رگوا نے نیٹو سے مداخلت کی اپیل کی۔ نیٹو نے فوری مداخلت کی اور سربیا کو الٹی میٹم دیا کہ وہ اپنی فوج کوسوو سے باہر لے جائے۔ سربیا نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا، چنانچہ نیٹو کی فضائی افواج نے سربیا کے دارالحکومت بلغراد پر فضائی حملہ شروع کیا، سن ننانوے کا یہ فضائی حملہ کئی ہفتے تک جاری رہا جس کے نتیجے میں بلغراد کی بے شمار عمارت ملبے کا ڈھیر بن گئی اور سربیا کو سر تسلیم خم کر دینا پڑا۔

سربوں نے نیٹو کے فضائی حملوں کے دوران کوسوو کے مسلمانوں کو جس بڑے پیمانے پر قتل کیا، اس کی گواہی بستیوں کے کھنڈرات اور ندی نالوں میں بکھرے پڑے انسانی ڈھانچے اور بڑی بڑی اجتماعی قبریں دے رہی ہیں۔ مسلمانوں کو کس قدر لوٹا اور جائیدادوں کو تباہ کیا گیا، اس کا اندازہ تو شاید ہو جائے، مگر کس تعداد میں مسلمان قتل کیے گئے، اس کی صحیح تعداد شاید کبھی معلوم نہ ہو سکے، کیونکہ ان گنت مسلمانوں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا اور بے شمار اجتماعی قبروں کا کوئی نشان نہیں ہے۔

کوسوو میں ڈھائی لاکھ مسلمان شہید کیے گئے۔ اس کا کوئی ایسا شہر نہ بچا جس میں ہزاروں مسلمانوں کی اجتماعی قبریں موجود نہ ہوں، ان لاشوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں جنہیں زندہ جلا دیا گیا۔ انہیں قبروں میں خواتین اور بچوں کی ڈھانچے نما لاشیں ملی ہیں۔ بچوں کی عمریں 10: سال سے 12: سال تک تھیں۔ یقیناً ان کی ماؤں نے اپنے بچوں کو اپنے سینے سے لگا کر رکھا ہوگا کہ کہیں یہ بچے سفاکوں اور درندوں کے ہتھے نہ چڑھ جائیں، لیکن وہ بچ نہ سکے، چونکہ سربوں نے منظّم طریقے سے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ محض اس وجہ سے کہ مسلمان مشرقی یورپ میں کوئی مضبوط اسٹیٹ نہ بنا سکیں۔ سربوں کو مغرب کی مدد حاصل تھی، لہٰذا انہوں نے مذہبی

تنافر میں ڈوب کر مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے قتل کرڈالا۔ تجزیہ نگاروں کے مطابق دوسری جنگ عظیم کے بعد انسانی تاریخ کا یہ قتل عام سب سے بڑا ہے۔ یورپ کی تاریخ کا سب سے بھیانک جرم جو کہ انسانوں کو زندہ درگور کرنے کی شکل میں دنیا کے سامنے ہے۔

''ٹائم'' میگزین کا نامہ نگار رمیش لکھتا ہے کہ 54: سالہ ''اوڈاجا'' کوسوو کے شہر پیک میں رہتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ سرب فوج ہمیں اپنے گھروں سے نکال کر تقریبا 15: ہزار افراد کو بھیڑ بکریوں کی طرح اسٹیڈیم میں لے گئی، وہاں ہم نے کھلے آسمان تلے ٹھٹھرتے ہوئے اور خوف وہراس کے عالم میں رات گزاری۔ ان پندرہ ہزار میں سے سات ہزار سے زائد لوگوں کو قتل کردیا گیا اور باقی کو ان جگہوں پہ لے جایا گیا جہاں نیٹو کے بم گرگرنے کے امکانات تھے۔ اب جوان کے علاوہ بچے، ان کو حکم دیا گیا کہ تم گھروں کو جاؤ، تم محفوظ ہو۔ جب روتے پیٹتے یہ لوگ گھروں کے پاس آئے تو ان کے گھر شعلوں کی نذر تھے۔ میرا گھر بھی راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا۔ ''اوڈاجا'' اپنے شہر سے اپنی معذور بیٹی کو وہیل چیر پہ بٹھا کر ''مونٹی نیگر'' کے شہر ''روزاجے'' کی طرف ہجرت کر گیا، جہاں پچاس ہزار لٹے پٹے لوگ پہنچ چکے تھے۔

13: اپریل 1999 ''نوائے وقت'' کے مطابق اے بی سی نیوز نے بتایا کہ برطانوی فوج چیف آف اسٹاف جنرل سرچارکیوتھرے نے بتایا کہ ایک واقعہ کے مطابق چار ٹرکوں میں لاشیں بھر کر لائی گئیں اور اجتماعی قبر میں دفنا دیا گیا، جبکہ لاشوں سے بھرے ایک ٹرک کو آگ لگا کر جلا دیا گیا۔

کوسوو کے ایک باشندے عیسوف زنیقی کا بیان ہے کہ اس کو پچاس رشتہ داروں سمیت تقریباً ساٹھ لوگوں کو سرب فوج نے ایک پہاڑی کھیت میں گھیر لیا، اس کے بعد ہمیں بلاج ندی میں اترنے کا حکم دیا گیا جو بالکل ہمارے پیچھے ہی چند قدم کے فاصلے پر تھی، سب ندی کے پانی میں گھٹنوں تک اتر گئے، اس کے بعد فوج نے ان پر فائرنگ شرع کردی۔ عیسوف کے شانے میں گولی لگی اور وہ سب سے پہلے گرا، پھر دوسرے لوگ زخمی ہو کر اس کے اوپر گرتے رہے، تڑپتے لوگوں کی چیخیں بڑی دردناک تھیں، فائرنگ پانچ سات منٹ جاری رہی اور عیسوف شہیدوں کی لاشوں میں دب گیا، تاہم اس کا سر باہر تھا۔

عیسوف زنیقی بیس منٹ تک پانی میں پڑا رہا، جب اسے فوجیوں کے چلے جانے کا یقین ہوگیا تو کسی طرح گھسٹتے ہوئے بمشکل لاشوں کے ڈھیر سے نکلا اور دس کلومٹر دور ''سیرس'' پہنچنے میں کامیاب ہوگیا، جہاں ایک نرس نے اس کے زخموں کا علاج کیا، پھر وہ دو دن بعد چند لوگوں کے ساتھ باج ندی گیا تو ندی خون سے رنگین تھی۔ لاشوں کو ندی سے نکال کر سب لوگوں نے ان کو اسلامی طریقے سے دفن کیا۔

ایک خاتون کا بیان ہے کہ میں کوسوو کے ایک گاؤں میں اپنے گھر کے اندر کھانا پکا رہی تھی کہ اچانک سرب فوجی ہمارے گھر میں داخل ہوئے، وہ پوچھے کہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے کہا: سبزی بنا رہی ہوں۔ پوچھا کہ سبزی کے ساتھ کچھ گوشت بھی ہے؟ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں مفت گوشت دیتے ہیں، پھر انہوں نے میرے ایک بچے کو پکڑا اور اس کو ایک بکری کی طرح ذبح کردیا، پھر اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سبزی کی ہانڈی میں ڈال دیئے، پھر طنزیہ قہقہوں کی گونج میں یہ کہہ کر چلے گئے کہ اس عمدہ گوشت کی ڈش تیار کر لینا۔

کوسوو کی سرزمین پر ظلم وبربریت کا ایسا کھیل کھیلا گیا ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کوسوو جنگ کی پوری تاریخ خون سے لت پت ہے۔ کہیں پورے گاؤں کے مردوں کو ہی بندوق سے اڑا دیا گیا، کہیں ۱۰۰/اجتماعی قبروں میں ۱۰/ہزار افراد کو دفن کیا گیا، کہیں مردوں کے ناک کان کاٹ کر چھوڑ دیئے گئے تو کہیں عورتوں کی ایک پستان ہی کاٹ کر چھوڑ دیا گیا، کوسوو ہی میں سرب فوج نے

ایک مسلمان کو اس کے چار بیٹوں کے ساتھ پکڑ لیا اور اس شخص سے کہا کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو چن لو۔اس نے اپنے چھوٹے بیٹے کو چنا، پھر سربی قصابوں نے ان تینوں کو برہنہ کر کے ان کے باپ اور چھوٹے بھائی کی آنکھوں کے سامنے ہی گولیوں سے بھون کر رکھ دیا۔کوسوو میں دوران جنگ ہزار ہا ہزار عورتوں کی عزتیں لوٹی گئیں، ساٹھ کوسوی خواتین کے حمل کو ساقط کر دیا گیا۔کوسووی مسلمانوں پر وہ کون سا ظلم تھا جو نہ کیا گیا۔

بوسنیا: مسلمانوں کا مقتل

1992 میں بوسنیا کے اندر ایک منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں کی نسل کشی شروع کی گئی۔ابتدا ان علاقوں سے کی گئی جو دوسرب علاقوں کے درمیان آتے تھے، تاکہ ان دوسرب علاقوں کو جوڑ کر بوسنیا اور ہرزیگو دنیا سے علاحدگی کے بعد ایک نئی مملکت بنائی جا سکے۔اس کا نام آج سرپسکا ہے اور جہاں قتل عام شروع کیا گیا، اس کا نام ''پودرینے'' ہے۔اس کے علاوہ یہی کام مشرقی بوسنیا میں بھی کیا گیا، ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا اور گاؤں کے گاؤں صفحۂ ہستی سے مٹا دے گئے۔صرف قریبی علاقہ ''براتوناتس'' میں 1992 کی ابتدا ہی میں 1156: مسلمان شہید کیے جا چکے تھے۔بین الاقوامی جرائم کی عالمی عدالت (ICTY) کے مطابق پہلے قصبہ یا دیہات یا شہر پر قبضہ کیا جاتا، اس کے بعد سرب افواج، پولیس، پیراملٹری قوتیں اور بعض جگہ عام سرب دیہاتی سب نے ایک ہی طریقۂ واردات اختیار کیا، یعنی مسلمانوں کے گھروں کو جلا کر اور گرا کر مکمل طور پر تباہ کیا جاتا، مردوں اور عورتوں کو علاحدہ کیا جاتا۔اس دوران میں تشدد کی وجہ سے بے شمار اموات ہوئیں۔مردوں کو قید خانوں میں رکھا جاتا اور قید کے دوران میں اکثر کو قتل کر دیا جاتا۔

1992 میں ہی سرب قوتوں نے ''سریبرینتسا'' پر قبضہ کر کے بوسنیائی مسلمانوں کو قتل کیا یا علاقہ سے نکال دیا۔مئی 1992 میں بوسنیائی مسلمانوں نے ناصر ادریس کی قیادت میں سرپیرینتیسا کو دوبارہ حاصل کر لیا، مگر سربی عوام اور افواج نے علاقہ کو گھیرے میں لیے رکھا۔اپریل 1993 کو اقوام متحدہ کی سیکوریٹی کونسل نے سریبرینتسا کو محفوظ علاقہ قرار دے دیا۔اس طرح یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر اقوام متحدہ کی افواج کے ہاتھ میں آ گیا۔

بوسنیائی افواج جو علاقہ میں موجود تھیں، انہیں غیر مسلح کرنے کی کوششیں جاری رہیں، مگر اس علاقہ کے ارد گرد سرب افواج کے پاس ٹینکوں سمیت تمام اسلحہ موجود رہا۔اقوام متحدہ مسلمانوں کو یقین دلاتی رہی کہ سریبرینتسا ایک محفوظ علاقہ ہے ،اس لیے وہاں ہتھیار لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔سربوں کا یہ محاصرہ 1995 کے شروع تک جاری رہا۔سریبرینتسا کے بوسنیائی مسلمان بالکل بے یارو مددگار اور کمزور ہو گئے ۔1995 کے شروع میں علاقہ کی تمام رسد کاٹ دی گئی، خصوصاً اسلحہ اور کھانے پینے کی چیزوں کی۔اسلحہ کی رسد کاٹنے میں اقوام متحدہ برابر شریک رہی۔مارچ 1995 میں سرپسکا کے صدر ''رودان کرادیتش'' کے حکم پر محاصرہ اور سخت کر دیا گیا اور اس وقت علاقے میں کچھ مسلح بوسنیائی مسلمان ناصر ادریس کی قیادت میں موجود تھے، مگر اقوام متحدہ کی افواج کے حکم کے مطابق انہیں بھی علاقے سے نکلنا پڑا۔اس طرح پورا علاقہ سربوں کے رحم و کرم پر رہ گیا۔لوگ بھوک سے مرنا شروع ہو گئے اور انسانوں کی صورت حال نہایت ناگفتہ بہ ہوگئی۔

9: جولائی 1995 کو سرپسکا کے صدر نے جب یہ دیکھا کہ اقوام متحدہ نے سریبرینتسا کے بوسنیائی مسلمانوں کو بالکل غیر مسلح کر دیا گیا ہے، اور اس مسئلہ پر عالمی برداری کوئی ردعمل نہیں دکھارہی ہے تو اس نے سربوں کو سریبرینتسا پر قبضہ کا اختیار

دیدیا۔۱۰ر جولائی کو باقاعدہ حملہ شروع کردیا اور شہر پر قبضہ کر کے عمارتوں کو جلا دیا اور مسلمانوں کے سائن بورڈ تک اتروادیئے اور یہ کہا کہ آج تو موقع ہے کہ ترکوں کے یورپی علاقوں پر قبضہ کا بدلہ لیا جائے۔

12:جولائی 1995 جو بوسنیائی مسلمانوں کے لیے قیامت صغریٰ کا دن تھا،جس دن سرب افواج نے شہر کی عمارتوں اور گھروں کو آگ لگا دی اور سیکڑوں لوگوں کو قتل کیا جو ایک ابتدا تھی ۔لاشوں کو ٹرکوں پر لاد لاد کر دوسری کسی جگہ لے جا کر دفنایا گیا،جن کی خراب شدہ لاشوں کے ثبوت کئی سال بعد ملے۔کئی گواہوں نے عالمی عدالت میں بیان دیئے کہ ان کے سامنے ہجوم سے سرب افواج لوگوں کو لے جاتے رہے جو اس کے بعد نظر نہ آئے ۔کئی لوگوں نے لاشیں ٹرکوں پہ جاتے ہوئے دیکھیں اور سربوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ جنسی زیادتی کرتے بھی دیکھا۔کئی بچوں کے گلوں کو خنجر اور چاقو سے کاٹتے دیکھا گیا۔بے شمار عورتوں سے ان کے بچوں کے سامنے زنا بالجبر کیا گیا،جس کے دوران بچہ رویا تو چاقو سے اس بچے کا حلق چیر ڈالا گیا۔بیسیوں لوگوں نے یہ مناظر دیکھ کر مارے خوف کے خودکشی کر لی۔

سربوں نے لوگوں کے ناک کان وغیرہ ان کی زندگی میں کاٹے اور ان کو قتل کرنے کے بعد بلڈوزروں کی مدد سے ان کی لاشوں کو بڑی مشترکہ قبروں میں ڈالا ۔ایک فرانسیسی پولیس افسر ''جین غینے رویز'' کے مطابق بے شمار لوگ بلڈوزروں کی مدد سے زندہ بھی دفن کئے گئے جن میں ان گنت بچے بھی شامل تھے۔پندرہ ہزار بوسنیائی مردوں نے فیصلہ کیا کہ وہ سربوں کے ہاتھوں لگنے کے بجائے فرار ہو کر پہاڑوں کے پار بوسنیائی محفوظ علاقہ تزلہ (TUZLA) تک پہنچ سکتے ہیں۔وہ رات کی تاریکی میں جانا شروع ہوئے ،مگر دن کے وقت جب وہ ایک پہاڑی سڑک پر قافلہ کی صورت میں رواں تھے،سربوں نے توپوں اور مشین گنوں کی مدد سے ان پر گولے برسانا شروع کیے،ان پندرہ ہزار افراد میں سے صرف پانچ ہزار افراد محفوظ علاقہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے،اس طرح مرنے والوں کی تعداد کسی طرح بھی 18000: سے کم نہیں ہے۔

2004 میں سرپسکا کے سربوں کی سرکاری شماریات کے مطابق قتل ہونے والوں میں سے ان لوگوں کی تعداد 8731:تھی جن کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔یہ تو سرکاری اعداد و شمار ہیں لیکن ہزاروں کی تعداد ایسی ہے جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے اور نہ ہی ان کا شمار ہو سکا ہے۔

حاصل یہ کہ بوسنیا کی سرزمین پر لاکھوں مسلمان ان یہود و نصاریٰ کے کے ہاتھوں لقمۂ اجل بنے۔کئی سالوں تک ان لاشوں کی شناخت کر کے ان کو دفنایا جاتا رہا۔2005 میں 610:بوسنیائی مسلمانوں کو شناخت کے بعد دفنایا گیا۔456:افراد کو 2007 میں شناخت کر کے دفنا گیا۔ یہ سلسلہ اس روح فرسا سانحے کے پندرہ سال بعد تک جاری رہا اور 2010 میں 775:مسلمانوں کو شناخت کے بعد سپرد خاک کیا گیا۔

ساری دنیا میں اسی طرح مسلمانوں پر دردناک مظالم ہوتے رہے اور مسلم حکمراں وارباب قیادت خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہے ۔ایک زمانہ تھا کہ ایک مظلوم عورت نے حجاج بن یوسف ثقفی کو سندھ سے مدد کے لیے پکارا تو اس نے اپنی فوج بھیج کر سندھ کو فتح کرلیا اور مظلوم عورت کو انصاف دلایا ۔آج مسلمانوں کا سارا شہر اور مسلمانوں سے بھرا ہوا ملک بھی چیخ وپکار کرے تو کوئی سننے والا نہیں۔روہنگیائی مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، کتنے مسلم ممالک سامنے آئے؟فلسطین میں آئے دن مسلمانوں پر ظلم وستم ہوتے رہتے ہیں ،کون ہے جو ان کی آواز سنے؟......(جاری)

☆☆☆

ہندوستانی میڈیا کا بے نقاب چہرہ

از: مولانا اشرف جیلانی: جامعہ قادریہ حیات العلوم (شہزاد پور: اکبر پور)

کسی بھی جمہوری نظام کی کامیابی کے لیے عدلیہ، مقنّنہ، انتظامیہ اور میڈیا کا فعال اور دیانت دار ہونا نہایت ہی ضروری ہے، خاص طور سے میڈیا جو عوام کا چہرہ اور ترجمان ہوتا ہے۔ عوام اور حکومت کے درمیان اعتماد پیدا کرتا ہے۔ لوگ میڈیا کے ذریعہ نشر کی گئی خبروں پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔ جس ملک کی صحافت جتنی ہی ایماندار اور غیر جانبدار ہوتی ہے، وہاں کا جمہوری نظام اتنا ہی مستحکم اور مضبوط ہوتا ہے۔

ہمارے ملک ہندوستان میں صحافتی آزادی اور اس کے کردار کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔ صحافت اور سیاست کا ساتھ ہمیشہ سے رہا ہے، لیکن ابھی چند سالوں سے نہایت ہی منظّم اور مستحکم طریقے سے صحافت سیاست کے ہاتھوں شرمسار ہو رہی ہے اور ملک کا مین اسٹریم میڈیا مکمل طور پر موجودہ حکومت کی غلامی اختیار کر چکا ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک معتبر تفتیشی ادارہ ''رپورٹرس وداؤٹ بارڈرس'' نے ایک رپورٹ شایع کی ہے جس میں 180 ممالک کو وہاں کی صحافتی آزادی اور کارکردگی کی بنیاد پر رینک دیا گیا ہے، جس میں ہندوستان کو 138 واں رینک حاصل ہوا، جبکہ انڈیا سے بھی پسماندہ ممالک نیپال، بھوٹان، نائجیریا، گھانا بہتر پوزیشن پر ہیں۔

یہ واضح ہو کہ گزشتہ سال ہندوستان 136 ویں نمبر پر تھا۔ دو پائیدان نیچے گرنے کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس وقت پورا میڈیا عوام کا نہیں، بلکہ حکومت کا ترجمان بن چکا ہے۔ حکومت کی ناکامی پر پردہ ڈالنا اور اس کا دفاع کرنا اپنا فرض منصبی سمجھ لیا ہے، جس کی وجہ سے ملک بھی میں بے اطمینانی کا ماحول قائم ہو گیا ہے۔ میڈیا ہر اس خبر کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے جس سے حکومت کی اچھی شبیہ قائم ہو سکے۔ ہندو مسلم منافرت کو خوب ہوا دے رہا ہے اور سچائی پر جھوٹ کا لیبل لگا کر پیش کر رہا ہے۔ حالات یہاں تک بگڑ چکے ہیں کہ مخالف پارٹی کا لیڈر کوئی عوامی مسئلہ اٹھاتا ہے تو اسے ملک مخالف اور دیش دروہی ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں باقی رکھی جاتی۔

دراصل میڈیا کو اس وقت ایک ہتھیار کے طور استعمال کیا جا رہا ہے۔ خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا بہت جلد عوامی ذہن کو تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کی طاقت کا احساس سب سے پہلے کانگریس کو اس وقت ہوا جب اندرا گاندھی کو گولی ماری گئی تھی تو اس کی لاش کو کئی روز تک ٹی وی پر دکھایا گیا، جس کا نتیجہ الیکشن بعد اس طور پر آیا کہ کانگریس پورے ملک پر قابض ہوگئی۔ یہی کام اس وقت بی جے پی کر رہی ہے۔ پورے میڈیا کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے حق میں ماحول سازگار کر رہی ہے۔

غلط خبروں کی تشہیر اور جھوٹا پروپیگنڈہ کرنا یہ بھی میڈیا کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ غلط خبروں کی تشہیر نادانستہ طور نہیں، بلکہ جان بوجھ کر منظّم طریقے سے حکومت وقت کو فائدہ پہنچانے کے لیے کی جاتی ہے۔ میڈیا ہاؤس حکومت کے حق میں ماحول تیار کرنے اور اپوزیشن پارٹی کے خلاف ماحول سازی کرنے کے

لیے صحافت کے تمام اصول وضوابط ہی نہیں، بلکہ ہندوستانی قانون کی دھجیاں بھی اڑا رہا ہے۔ میڈیا کو اس بات کی بالکل کوئی پرواہ نہیں کہ ہماری صحافتی کارکردگی پوری دنیا میں کس طرح بے عزت ہو رہی ہے۔ ان کو پرواہ ہے تو بس ٹی، آر، پی، اور سرکاری اشتہارات کے معاوضہ سے۔

غلط خبروں کی ترسیل اتنے بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے کہ ایک عام آدمی بڑی آسانی سے اس کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کو سچ سمجھ لیتا ہے۔ ابھی کچھ مہینہ پہلے بہار کے ضلع چمپارن میں پردھان سیوک نریندر مودی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ این، ڈی، اے، کے اتحادی نتیش کمار نے ایک ہفتہ میں اتنے بیت الخلا تعمیر کروایا۔ یہ سنتے ہی گودی میڈیا اس جھوٹ کو پھیلانے کے لیے پورے دن چیختا چلاتا رہا۔ کسی کو اتنی فرصت نہیں ملی کہ اس کی تحقیق کر لیں۔ لالو پرساد یادو کے بیٹے تیجسوی یادو نے ایک ٹویٹ کر کے اس جھوٹ کا پردہ فاش کیا اور کہا کہ ایک ہفتہ میں ساڑھے آٹھ لاکھ ٹوائیلیٹ یعنی ایک گھنٹہ میں 5059 :اور ایک منٹ میں 84 :ٹوائیلیٹ بنائے گئے ہیں۔ یہ ہے جھوٹ پر مبنی سامراج کی ایک چھوٹی سی مثال۔ آپ خود ہی غور کریں جب ایک منٹ میں بندہ بیت الخلا سے فارغ نہیں ہو پاتا تو ایک منٹ میں 84:ٹوائیلیٹ کیسے تعمیر ہوسکتا ہے۔

''بھارت سوچھ ابھیان'' کی پول کھولنے کے لیے بہار ہی سے ایک ویڈیو وائرل ہوا تھا، جس میں ایک رپورٹر کچھ لوگوں سے سوال کر رہا ہے کہ آخر آپ لوگوں کو سرکار کی طرف سے ٹوائیلٹ کیوں نہیں ملا؟ ان کا جواب سن کر آپ مسکرائے بنا نہیں رہ سکیں گے ان کا جواب تھا کہ ''سر ہم لوگوں کے لیے ٹوائیلیٹ آتا ہے، لیکن نیتا لوگ کھا جاتا ہے''۔

میڈیا نے ایک اور ذمہ داری اپنے سر لی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہندو مسلم منافرت کو فروغ دینا اور ایک خاص مذہب کی ترویج و اشاعت کرنا جس کے بارے میں ابھی کچھ مہینہ پہلے ''کوبرا پوسٹ'' نامی ایک تفتیشی ایجنسی نے بکاؤ میڈیا کی قلعی کھول کر رکھ دی تھی۔ خیال رہے یہ وہی ایجنسی ہے جس نے کانگریس کے دور میں کئی گھپلوں کا پردہ فاش کیا تھا۔ اس وقت وہ ایجنسی بی جے پی والوں کی پسندیدہ نیوز ایجنسی بن گئی تھی، لیکن اب وہ اسے غیر معتبر ثابت کرنے میں پوری طاقت لگا رہی ہے۔

''کوبرا پوسٹ'' کے صحافی پشپ شرما نے خفیہ کیمرہ کے ذریعہ آچاریہ چھتر پال کا بھیس بنا کر ہندوستان کے مختلف ٹی وی چینلوں کے مالکان، ذمہ داران اور قلم کاروں سے رابطہ کر کے ہندوتوا کے فروغ کے لیے سودا بازی کی پیش کش کی، جس میں اکثر نے بڑی خوش دلی کے ساتھ نہ صرف یہ کہ قبول کیا، بلکہ اس کے مختلف طریقے بھی بتائے۔ ایک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس کے لیے ہمارے چینل سے بہتر کوئی دوسرا پلیٹ فارم آپ کو نہیں ملے گا۔ پہلے ہم نرم ہندوتوا کی تشہیر کریں گے، پھر دھیرے دھیرے اس میں سختی لائیں گے، ساتھ ہی حزب مخالف کے قد آور لیڈران کی کردار کشی کی بھی بات کی گئی جیسے راہل گاندھی کو ''پپو'' مایاوتی اور اکھلیش پر ''بوا'' اور ''ببوا'' کا لیبل لگانا، کانگریس اور ممتا بنرجی کی پارٹی کو ہندو مخالف ثابت کرنا وغیرہ۔

یہ ہے گودی میڈیا کا مکروہ چہرہ جو اپنے سارے فرائض بھول کر ملک کے امن و سلامتی کے ساتھ کھلواڑ کر کے موجودہ حکومت کی چاپلوسی میں مصروف ہے اور اس کے استحکام کے لیے مذہبی منافرت اور کردار کشی کی ہوا ساز گار کر رہا ہے، لیکن کیا مجال کہ کوئی چینل یا اخبار اس پر بحث کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہ سچ ہے کہ اس سے پہلے بھی صحافت اور سیاست کا رشتہ رہا ہے۔ میڈیا کو ہمیشہ ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ صحافت کا ایک بڑا طبقہ ہمیشہ ایمانداری اور جانبداری پر عمل پیرا رہا۔ کوئی بھی سرکاری دباؤ ان کو اپنے راستے سے نہیں ہٹا سکا۔

☆☆☆

اعلیٰ حضرت کو ’’مجدد اعظم‘‘ کیوں کہا جاتا ہے؟

مولانا محمد زاہد علی مرکزی (کالپی شریف)
Zahidalibarkati@gmail.com

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (1272 / 1340) ایک ایسی ہمہ گیر شخصیت کا نام ہے جسے کسی بھی جہت دیکھیں، ہر جہت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ جیسا طباع، دور اندیش، ذہین، مفکر، مدبر، محقق، محدث ماضی قریب میں نہیں دکھائی دیتا، فقہی بصیرت تو ایسی کہ معاصرین اہل سنت ہی نہیں، معاندین بھی آپ کے قلم کی جولانی دیکھ کر عش عش کر اٹھتے۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا، اسے ایسا کامل کر دیا کہ دوسروں کو اس موضوع پر قلم کو جنبش دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ جس نے بھی آپ کو بغض و عناد کی عینک اتار کر پڑھا، وہ یہی کہنے پر مجبور ہوا کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آج آپ کو اگر مجدد اعظم کہا جاتا ہے تو یوں ہی عقیدتاً نہیں، بلکہ ان مسائل کی بنیاد پر کہا جاتا ہے جو چہار دانگ عالم میں امت مسلمہ کی رہنمائی کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ جب نوٹ کا مسئلہ امت مسلمہ کے بڑے بڑے مقتدر علما کو مضطرب کیے ہوئے تھا، عرب و عجم کے مفتیان کبار، یہاں تک کہ خود محافظ کتب حرم مولانا سید اسماعیل خلیل مکی و علمائے حرمین شریفین کو اس مسئلے پر کوئی راہ نہ دکھائی دے رہی تھی، اس وقت سیدی سرکار اعلی حضرت نے ایک رسالہ بنام " کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" تالیف فرما کر علمائے اہل سنت ہی نہیں، فرقہاے باطلہ پر بھی احسان فرمایا۔ جدید تحقیق کے مطابق آپ کو 120 :علوم وفنون پر مہارت تامہ حاصل تھی۔ دینی علوم تو ایک طرف، دنیاوی علوم میں بھی آپ کا ثانی نظر نہیں آتا۔

ریاضی، جفر، سائنس، علم ہئیت، علم نجوم، توقیت، فلسفہ، جغرافیہ، نباتات، جمادات، کیمیا کی جھلکیاں آپ کے فتاویٰ میں جابجا نظر آ جائیں گی - ریاضی میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر سر ضیاء الدین جب ہندوستان کے ماہر ریاضی دانوں سے مایوس ہوگئے تو بریلی شریف حاضر ہوئے اور سیدی سرکار اعلی حضرت نے پلک جھپکتے ہی مسئلہ حل کر دیا تو حیرت سے منہ تکتے رہ گئے۔ علم نجوم و ہئیت پر مسائل افطار و سحر و صبح صادق و کاذب کی تحقیق، سائنس میں "فوز مبین در رد حرکت زمین" دیکھئے۔ پاکستان کے مشہور جوہری پروگرام کے ماہر ڈاکٹر عبد القدیر خان اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار یوں کرتے ہیں:" کتاب واقعی قابل غور ہے جو دلائل اس کتاب میں موجود ہیں، ہماری سمجھ کے مطابق انھیں اگر بالکلیہ قبول نہیں کیا جا سکتا تو یکسر مسترد بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مصنف کی یہ کاوش وہ بھی انیسویں صدی میں حیرت انگیز ہے۔ جمادات و فقہ میں مسئلہ تیمّم اجتہادی صلاحیتوں کا غماز ہے، اسی مقام پر کیمیا گری کے اصول بھی کنایۃً مذکور ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی جیسے دینی حریف نے بھی آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے لکھا ہے:" مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر

رکھتے تھے اوران کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں" ۔ لگے ہاتھوں شاعر مشرق علامہ اقبال کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں :"وہ (امام احمد رضا) بے حد ذہین اور باریک بین عالم تھے۔فقہی بصیرت میں ان کا مقام بلند تھا۔ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے ۔ پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع، ذہین فقیہ شاید ہی ملے "۔سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت اور جزئیات پر آگاہی ان کے ہر فتویٰ میں دیکھی جاسکتی ہے،لیکن درمختار پر علامہ سید محمد امین ابن عمر عابدین شامی (1198ھ- 1252ھ) کا حاشیہ ردالمحتار المعروف بہ " شامی" ہے۔اسی شامی پر مجدد اعظم کا حاشیہ " جد الممتار علی رد المحتار" اپنی مثال آپ ہے۔ایک مثال کے ذریعے مجدد اعظم کی اجتہادانہ صلاحیت ملاحظہ فرمائیں۔

مجنون، معتوہ، سکران اور کافر کی اذان کے متعلق علامہ شامی نے دوقول پیش کیے ہیں (1) مصنف درمختار علامہ حصکفی اور صاحب بحر الرائق، صاحب شرح منیہ کا کہ ان کی اذان صحیح نہیں (2) حاوی، قدسی اور بدائع کا کہ اذان صحیح ہے، پھر علامہ شامی نے دونوں مختلف اقوال میں وجہ تطبیق پیش کی ہے۔عبارت شامی کا حاصل یہ ہے کہ (1) اگر اس پر نظر کی جائے کہ اذان اعلان وقت نماز کا نام ہے تو مؤذن ایسا ہونا چاہیے کہ جس کا قول معتبر ہو، لہٰذا عاقل، بالغ، عادل ہونا شرط ہوگا (2) اور اگر یہ دیکھیں کہ اذان اقامت شعار اسلام ہے تو ناسمجھ بچے کے سوا سب کی اذان صحیح ہوگی ، یہاں تک کہ کافر بھی ، اس لیے کہ اذان سننے والا یہی سمجھے گا کہ اذان کا کوئی اہل دے رہا ہے، پھر علامہ شامی نے اسی مذہب اخیر کو ترجیح دی ہے۔

مجدد اعظم اس پر منع وارد کرتے ہوئے " جد الممتار " میں رقمطراز ہیں:"**سبحان اللّٰه من شعار الإسلام كيف يقيم كافر والاذان عبادة والكافر ليس من اهلها ولا نسلم إن مدار إقامة الشعار علىٰ مجرد حسبان سامع لا يعلم حاله وان لم تنل حقيقته في نفس الأمر وبه خرج المجنون الا في افاقته والسكران الا اذا كان يعلم مايقول وإذا كان عندكم المدار على مجرد ذلك الحسبان فلم نفيتم أذان صبي لا يعقل مطلقاً فقد شبيه صوته صوت مراهق فإذا سمعه من لايعلم حاله يعتبر به**"

ترجمہ: سبحان اللہ، ایک شعار اسلام کوئی کافر کیسے قائم کرسکتا ہے، جبکہ اذان عبادت ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں۔ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ شعار قائم کرنے کا مدار صرف حقیقت حال سے بے خبر سامع کے گمان کر لینے پر ہے، اگر چہ اس کی واقعتاً کوئی حقیقت نہ ہو، اس دلیل سے مجنون بھی نکل جائے گا، مگر وہ جو ہوش میں آ گیا اور نشہ والا بھی جب اپنی بات سمجھتا ہو، جب آپ کے نزدیک مدار اس گمان پر ہے تو غیر عاقل بچے کی نفی کیوں؟ اس کی آواز بھی مراہق کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے اور اس کے حال سے بے خبر سامع اس کا اعتبار کر لے گا۔

یہاں پر مجدد اعظم فرماتے ہیں (1) اسلامی شعار کوئی کافر کیسے قائم کرے گا؟ (2) اذان عبادت ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں (3) پھر ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ مؤذن اہل نا اہل جو بھی ہو، اس کی اذان ہو جائے گی ، بس اتنا ہو کہ اس کی آواز سننے والا اسے اہل اذان گمان کرے۔اگر ایسا ہو تو غیر عاقل بچے کی اذان کو بھی مطلقاً نا درست نہ کہنا چاہیے، اس لیے کہ کبھی اس کی آواز بھی قریب البلوغ لڑکے (مراہق) کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے، دور سے سننے والا اسے بھی عاقل، بالغ کی اذان گمان کرسکتا ہے۔

یہ فرمانے کے بعد آپ پورے وثوق سے دوسرے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے خامہ فرسا ہیں:"**فالحق عندي ما قرره**

المحقق صاحب البحر ان العقل والإسلام شرط الصحة فاذان صبي لا يعقل وسكران ومجنون مطبق وكافر مطلقًا كل ذلک باطل وشعار الإسلام لا يقوم بباطل (واللّٰه اعلم) " میرے نزدیک حق وہی ہے جسے محقق صاحب بحر نے ثابت فرمایا کہ عقل اور اسلام صحت اذان کے لیے شرط ہے تو غیر عاقل بچے، نشہ والے، مجنون مطبق اور کافران سب کی اذان باطل ہے اور شعار اسلام کا قیام باطل سے نہ ہوگا۔

باوجود اس کے ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیتے۔ محقق علی الاِ طلاق پر نقد اس طرح شروع کرتے ہیں: ''رحم اللہ المحقق ورحمنا بہٖ''۔ اکابرین کی بارگاہ میں یہ ادب آپ کو جگہ جگہ دکھائی دے گا۔ ردالمحتار میں ایک مقام پر علامہ شامی فرماتے ہیں: "ولم یظھر لی" اس مسئلہ کا حل مجھ پر منکشف نہ ہوا۔ اس پر آپ فرماتے ہیں: "**وظهر لنا ببركة خدمة كلماتكم** "اور ہمیں آپ حضرات کے کلمات کی خدمت کی برکت سے اس کا حل سمجھ میں آ گیا۔ ان حضرات کو جو دو ورقی کتاب پڑھ کر اعلیٰ حضرت اور سلف صالحین و اکابرین اہل سنت پر انگشت نمائی کرتے ہیں سبق لینا چاہیے۔

یہ تو صرف نمونہ ہے۔" جد الممتار" دیکھتے جایئے، فقہی بصیرت پر عش عش کرتے جایئے۔ الھاد الکاف، منیر العین، سایہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث، حدیث اور اصول حدیث کے جوہر دیکھتے جایئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مجدد اعظم کو پڑھنے، سمجھنے والوں نے اپنی اپنی عقل وفہم کے مطابق اپنے تأثرات پیش کئے، مگر کما حقہ آپ کی شان کا اندازہ تو دور، ایک موضوع پر بھی وہ آپ کے علمی وقار کا حصار نہ کر سکے۔ تقریباً 30: افراد ملک و بیرون ملک میں آپ کی ذات گرامی پر (پی ایچ ڈی) کر چکے ہیں۔ کچھ کر رہے ہیں، اور ہر ایک کا کہنا ہے کہ "اعلیٰ حضرت ہے اعلی مقام آپ کا ،اس لیے اعلی حضرت ہے نام آپ کا"

تحریک "ترک موالات" ہو یا تحریک" آزادی"، مسائل دینی ہوں یا دنیوی، سیاسی ہوں یا غیر سیاسی ، ہر مقام پر آپ مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ معاشی رہنمائی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کو اپنے بینک قائم کرنا چاہیے'' اور اس پر باقاعدہ آپ نے اصول وضوابط بھی ذکر فرمائے۔ مسلمانوں کی آواز عالم اسلام اور ساری دنیا تک مؤثر انداز میں پہنچے ،اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ اپنے ''پریس'' قائم کرو۔ گائے کی قربانی کے متعلق آپ فرماتے ہیں: '' شعار اسلام ہے، غریب پرور ہے، غربت کے مارے کہاں خصی کا گوشت خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں، اسلاف نے جانیں دے کر اسے قائم رکھا، غیرمسلموں کی دلجوئی کے لیے اللہ و رسول سے دشمنی مت لو، بات محض گائے کے گوشت کی نہیں ہے۔ کفار آج گوشت پر انگشت نمائی کررہے ہیں، اگر اسے تسلیم کرلو، کل کو دوسری، تیسری پر بھی اعتراض اٹھیں گے، کس کس شعار اسلام کو چھوڑو گے؟ کہاں تک ان کی تسلی کرو گے۔ آخر ایک دن وہ آئے گا مسلمان ہوں گے، مسجدیں نہ ہوں گی، مسلمان ہوں گے، قربانی نہ ہوگی، وہ بھی کوئی اسلام ہوگا، مصیبتیں اپنے ہاتھوں لیتے ہو، خود کردہ را علاجے نیست۔

دیگر مجددین کرام کے عہد میں فتنے کم تھے، مگر مجدد اعظم کے دور میں اگر فتنوں کی لسٹ تیار کی جائے تو کم از کم 50: فتنے شمار میں آئیں۔ وہابی، دیوبندی، قادیانی، چکڑالوی، نیچری، رافضی، اہل حدیث، اہل قرآن، وغیرہ، مگر سب پر قلم رضا بجلی بن کر چمکا اور فرقہائے باطلہ (خذلھم اللہ تعالیٰ) کی بصارت کو اچک لے گیا، خود فرماتے ہیں:

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

☆☆☆

قومی مسائل

قسط نہم

سلطنت اسلامیہ کا زوال اور برہمن واد کا فروغ

طارق انور مصباحی

{tariqueanwer313@gmail.com}

رسالہ ''النور'' کا ابتدائیہ

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) کے مشہور خلفا میں رئیس المتکلمین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری (۱۸۷۸ء-۱۹۳۹ء) سابق صدر شعبہ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کا شمار صائب الرئے مفکرین وسلیم العقل مدبرین میں ہوا کرتا تھا۔ممدوح گرامی نے تحریک خلافت کے عہد (سال ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۴ء) میں مسلمانوں کے سیاسی لیڈروں کوخلاف اسلام حرکات سے باز رکھنے کے لیے دوانتہائی معرکۃ الارا رسالے بنام ''الرشاد'' اور ''النور'' تصنیف فرمائے تھے۔

رسالہ ''الرشاد'' سال ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ (علی گڑھ) اور مطبع خادم التعلیم (لاہور) سے یکے بعد دیگرے شائع ہوا۔اس رسالے میں گائے کی قربانی سے متعلق تفصیلی بحث ہے، جو لوگ ترک قربانی گاؤ کے حامی تھے،ان کے سوالوں کے جوابات اوران کی پلاننگ پر فاضلانہ تنقید کی گئی ہے۔رسالہ ''النور'' پہلی بار ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ (علی گڑھ) سے شائع ہوا۔اس میں انگریزوں سے ترک موالات اورقوم ہنود سے انضمام پر فیصلہ کن بحث کی گئی ہے۔

ترک موالات کے ضمن میں لیڈروں نے مسلم اسکول وکالج کوانگریزی حکومت سے الحاق اور مالی امداد ترک کرنے پر زور دیا، حالانکہ یہ مسلمانوں کے لیے انتہائی غیر دانشمندانہ فیصلہ تھا،امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی اس سلسلہ میں استفتا کیا گیا، آپ نے بھی ترک الحاق اور مالی امداد کے ترک کونقصان دہ بتایا۔پھر ان کے مشہور ومعروف خلیفہ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے مذکورہ بالا مستقل رسالہ تصنیف فرما کرقوم کی صالح رہنمائی فرمائی۔

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری نے رسالہ ''النور'' کے ابتدائیہ میں تحریر فرمایا: ''سن ستاون کا ہنگامہ اور ستارۂ صلاح وفلاح مسلمانان ہند کا غروب مفہوم مرادف ہے۔مسلمانوں کے اس تنزل سے ان کی ہمسایہ قوم نے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش شروع کی،اور بہت جلد مسلمانوں کے املاک اور دیگر جاہ وعزت کے سامان اہل ہنود کے دست تصرف میں آ گئے۔

ہندؤں کو جب اس طرف سے ایک گونہ اطمینان پیدا ہو گیا،تب انہوں نے مسلمانوں کے مذہب پر حملہ آوری شروع کی۔مظالم وجفا کاری کا ایک کوہ آتش فشاں تھا،جس سے انواع واقسام کے شعلے پھٹ کر نکلتے اور جا بجا مسلمانوں کی غیرت وحمیت کوان کے حقوق کے ساتھ خاک سیاہ کرنا چاہتے تھے''۔(النور ص ا-مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ)

ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد ہندوستان کی مسلم حکومت کو کمزور ہوتی دیکھ کر برہمنوں نے ملک کو ''ہندوراشٹر'' اور اہل ملک کو ہندو بنانے کی تحریک شروع کر دی۔ پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء میں اہل وطن کی ناکامی کے بعد سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ مسلم حکومت کے بعد مسلمانوں کے حالات انتہائی خراب ہو گئے۔ چونکہ اولین جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء کی قیادت مسلم قائدین نے کی تھی، اس لیے انگریز مسلمانوں کے دشمن ہو گئے۔ پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء کے بعد چند سالوں کے اندر بے شمار مسلمانوں کو پھانسی دی گئی۔ 10: مئی ۱۸۵۷ء سے جنگ آزادی شروع ہوئی۔ اولاً میرٹھ میں بغاوت ہوئی، پھر دہلی تک پہنچی۔ مختلف علاقوں میں جنگ ہوتی رہی۔ 19: ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا اور 20: ستمبر ۱۸۵۷ء کو سلطان بہادر شاہ ظفر (۱۷۷۵ء-۱۸۶۲ء) کو مقبرہ ہمایوں سے گرفتار کر لیا۔ باشادہ دہلی کی گرفتاری کے بعد بھی ملک کے مختلف علاقوں میں بغاوت جاری رہی۔ 8: جولائی ۱۸۵۹ء کو یہ جنگ مکمل طور پر ختم ہو گئی۔

بادشاہ دہلی پر مقدمہ چلا، پھر سزا کے لیے رنگون (برما لینڈ) بھیج دیا گیا۔ رنگون ہی میں 07: نومبر ۱۸۶۲ء کو بہادر شاہ ظفر کی وفات ہو گئی۔ بہادر شاہ ظفر کے گرفتار ہوتے ہی ملک ہند سے مسلمانوں کی مرکزی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ مختلف علاقوں میں گرچہ مسلم امرا و حکام موجود تھے، لیکن رفتہ رفتہ تمام علاقوں پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ اس طرح اسپین کے بعد ملک ہند سے یہود و نصاریٰ نے اسلامی حکومت کا خاتمہ کیا، پھر پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) کے موقع پر مسلمانوں کی عظیم و وسیع مرکزی سلطنت یعنی خلافت عثمانیہ ترکیہ کا خاتمہ کر دیا۔

بغاوت کا ظاہری سبب یہ تھا کہ انگریزوں نے بندوقوں کے کارتوسوں میں گائے اور سور کی چربی لگائی۔ یہ کارتوس منہ لگائے بغیر بندوقوں سے نہیں نکالے جا سکتے تھے۔ گائے اور سور کا نام سن کر ہندو، مسلم فوجیوں نے بغاوت کر دی۔ یہ بغاوت میرٹھ اور روہیل کھنڈ سے شروع ہوئی۔ دہلی میں علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۷۹۷ء-۱۲۷۸ھ-۱۸۶۱ء) نے جہاد کا فتویٰ دیا، اس پر دہلی کے علمائے کرام سے بھی دستخط لیا گیا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی نے نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد دہلی میں عوام و خواص کے سامنے تقریر کی اور جہاد کا فتویٰ پڑھ کر سنایا، جس سے لوگوں میں جوش جہاد جاگ اٹھا۔ اس فتویٰ کے بعد صرف دہلی میں نوے ہزار سپاہی جمع ہو گئے۔ جنرل بخت خاں کو فوج کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ یہ فتویٰ 26: جولائی ۱۸۵۷ء کو صادق الاخبار (دہلی) میں چھپا۔ اسی طرح اخبار الظفر میں پہلے ہی چھپ چکا تھا۔ بعض اوقات دہلی میں علامہ فضل حق خیرآبادی نے شاہی فوج کی سپہ سالاری کے فرائض بھی انجام دیئے۔ جنگ کے بعد مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی اور دیگر علمائے کرام کو قید کر جزیرہ انڈمان بھیج دیا گیا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی کا 12: صفر ۱۲۷۸ء مطابق 20: اگست ۱۸۶۱ء کو انڈمان ہی میں وصال ہو گیا۔ بادشاہ ظفر کو انڈمان ہی میں دفن کر دیا گیا۔

ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو جا بجا قتل کرنا اور پھانسی دینا شروع کیا۔ مغل شہزادوں کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ دوسری جانب برہمنوں نے انگریزوں سے قربت بڑھانا شروع کیا اور برطانویوں کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہے۔ سرسید احمد خاں (۱۸۱۷ء-۱۸۹۸ء) بانی مسلم یونیورسٹی (علی گڈھ) اور اس کے رفقائے کار نے قوم مسلم اور انگریزوں کے مابین منافرت کو پاٹنے میں اہم رول ادا کیا۔ برہمنوں نے سلطنت مغلیہ کے خاتمہ کے بعد متعدد تحریکیں اور تنظیمیں قائم کیں۔ ان تحریکوں کا مقصد تھا کہ جو ہندو عہد ماضی میں مسلمان بن چکے ہیں، ان کو واپس ہندو مذہب میں لایا جائے۔ ہندوؤں کی طرف سے یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، جسے گھر واپسی کا نام دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو ہندو بنانے کا مقصد یہ تھا کہ انڈیا کو ''ہندوراشٹر'' بنایا جائے۔ خیال رہے کہ برہمن اور بنی اسرائیل کی فطرت مشترکہ ہے۔ برہمن و یہود کبھی بھی کسی کے خیرخواہ نہیں ہو سکتے۔

سرسید احمد خاں کی پیدائش 17: اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں ہوئی، اور 27: مارچ ۱۸۹۸ء کو علی گڈھ (یوپی) میں موت ہوئی۔ مسلم یونیورسٹی کیمپس میں سرسید مسجد کے پاس سرسید کو دفن کیا گیا۔ سرسید نے مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر متعدد تحریکیں اور جدید طرز کی تعلیم گاہیں قائم کی۔ سرسید احمد خاں نے ۱۸۵۹ء میں گلشن اسکول (مرادآباد)، ۱۸۶۳ء میں وکٹوریہ اسکول (غازی پور)، ۱۸۶۴ء میں سائنٹفک سوسائٹی فار مسلمس (Scientific Society for Muslim,s)، ۱۸۷۵ء میں ''محمڈن اینگلو اورینٹیل کالج''، علی گڈھ (Muhammeden Anglo-Orientel College Aligadh) قائم کیا، جو بعد میں ''علی گڑھ مسلم یونیورسٹی'' کے نام سے متعارف ہوا۔ سرسید نے ۱۸۳۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی میں سروس جوائن کیا، اسے ۱۸۶۷ء میں کورٹ کے جج کا عہدہ ملا اور ۱۸۷۵ء میں ریٹائرمنٹ ہوا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ سے متعلق سرسید نے ''اسباب بغاوت ہند'' نامی کتاب لکھی، جس میں اہل ہند اور خاص کر مسلمانوں کی جانب سے صفائی پیش کی اور لکھا کہ بغاوت کا سبب برطانوی حکومت کی غیر موزوں پالیسی تھی۔ سرسید نے مسلمانوں کو حکومتی شعبہ جات میں شرکت کرنے اور برطانوی حکومت کے دل ودماغ سے مسلمانوں کی عداوت ودشمنی کو نکالنے کی بڑی تدبیر کی۔

سال ۱۸۸۳ء میں مسلمان گریجویٹس (Muslim Graduates) کو انڈین سول سروس (Indian Civil Service) میں حصول ملازمت کی خاطر تعاون دینے کے واسطے محمڈن سول سروس فنڈ اسوسیشن (Mohammadan Civil Service Fund Association) قائم کیا۔ ۱۸۸۶ء میں مسلمانوں میں جدید تعلیم کے فروغ کے لیے ''آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس'' قائم کی، جو علی گڑھ تحریک (Aligarh Movement) کے نام سے مشہور ہوئی۔ وائسرائے آف انڈیا مسٹر ڈفرین (۱۸۲۶ء-۱۹۰۲ء) نے سرسید احمد خاں کو ۱۸۸۷ء میں سول سروس کمیشن (Civil Service Commission) کا ممبر نامزد کیا۔ سرسید احمد خاں نے ۱۸۸۸ء میں ''United Patriotic Association'' بنایا، تاکہ برطانوی حکومت اور قوم مسلم کے مابین سیاسی تعاون کا فروغ ہو۔

برہموسماج کا قیام: سال ۱۸۲۸ء

برہمنوں نے ۱۸۲۸ء ہی میں برہموسماج (Barahmo Samaj) نامی تحریک قائم کی، حالانکہ ابھی دہلی میں سلطنت مغلیہ موجود تھی، گرچہ اس کے اختیارات حددرجہ محدود تھے۔ 20: اگست ۱۹۲۸ء کو کلکتہ میں رام موہن رائے (Ram Mohan Roy) (۱۷۷۲ء-۱۸۳۳ء) اور دیبندرناتھ ٹیگور (Debendranatha Tagore) نے ''برہموسماج'' کی تشکیل کی تھی۔

آریہ سماج کا قیام: سال ۱۸۷۵ء

سوامی دیانند سرسوتی (Swami Dayananda Saraswati) (۱۸۲۴ء-۱۸۸۳ء) نے 07: اپریل ۱۸۷۵ء کو ممبئ میں آریہ سماج کی بنیاد رکھی۔ ہندومذہب میں اصلاح کے مقصد سے یہ تحریک قائم ہوئی۔ دیانند سرسوتی ہندومذہب کی مشہور کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' (Satyarth Prakash) کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں ہندوستان کے تمام مذاہب یعنی اسلام، عیسائیت، بدھ مت، جین دھرم، سکھ ازم وغیرہ پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے گئے ہیں اور ہندومت کے علاوہ تمام مذاہب کو غلط بتانے کی کوشش کی گئی ہے، خاص کر پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مذہب اسلام اور قرآن پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ یہ کتاب اسی عہد میں ۱۸۷۵ء میں بنارس سے چھپی تھی۔

بھارت کو ''ہندوراشٹر'' بنانے کا اولین نظریہ پنڈت دیانند سرسوتی نے ظاہر کیا۔ اسی طرح مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تجویز اور ہندو کلچر کے فروغ کا تصور بھی اسی نے قائم کیا۔ ہندوکلچر ہی کو ہندوتوا {Hindutva} کہا جاتا ہے۔ ہندومذہب کی تبلیغ کے لیے دیانند سرسوتی نے

اپنے چیلوں کی بھی ایک بڑی جماعت بنائی۔ اس نے کل ساٹھ (60) کتابیں تحریر کی۔ سنسکرت کی جگہ ''ہندی'' کو قومی زبان بنانے کی اسی نے تجویز رکھی۔ آج آر ایس ایس اور اس کی ہم نوا جماعتوں کے افکار ونظریات کا سرچشمہ پنڈت دیانند سرسوتی کی تصانیف ہیں۔ ساورکر نے بعد میں جو تفصیلات لکھی ہے، اس کا ماخذ بھی دیانند سرسوتی کے افکار ونظریات ہی ہیں۔ پنڈت دیانند سرسوتی کی پیدائش 12: فروری ۱۸۲۴ء کو ٹنکارا (Tankara) گجرات میں ہوئی۔ 30: اکتوبر ۱۸۸۳ء کو اجمیر راجستھان میں موت ہوئی۔ سرسوتی وساورکر کے نظریات یکساں ہیں۔

مورلی منٹو ایکٹ: سال ۱۹۰۹ء

ایکٹ: ۱۹۰۹ء جسے ''Morley-Minto Reforms1909'' کہا جاتا ہے۔ اس ایکٹ میں انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابی حلقہ کی منظوری (Acceptance of Separate Electorate for the Muslims) دی تھی۔ اس کا مفہوم یہ تھا کہ مسلم اکثریتی علاقوں میں مسلم امیدوار (Candidates) ہوں گے، اور مسلم سیٹ کے لیے صرف مسلمان ووٹ دیں گے، تا کہ حکومت میں قوم مسلم کی بھی نمائندگی ہو سکے۔ اب تک قوم ہنود اس خیال میں تھی کہ چونکہ اکثریت ہماری ہے، اس لیے ہر جگہ ہماری جیت ہوگی۔ بھارت کے برہمنوں کے لیے یہ ایک سخت اذیت رساں حقیقت تھی۔ برہمنوں نے خوب واویلا مچایا، لیکن برطانوی حکومت اپنے فیصلہ پر اٹل رہی۔ اب برہمن قوم ملک ہند کے تمام بت پرستوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی اکثریت ظاہر کرنے کی کوشش میں لگ گئی، حالانکہ برہمن قوم دلتوں اور شودروں کو وہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ انہیں اپنے مندروں میں بھی داخل ہونے نہیں دیتے تھے۔ ہزاروں سال تک شودروں کو وہ حیوانوں کی طرح زندگی جینے پر مجبور کر چکے تھے۔ اب حالات کے تقاضوں کے تحت برہمنوں نے نئی چال چلی۔ اب برہمن واد کو فروغ دینے کے لیے ''ہندو'' کا لفظ استعمال کرنے لگے، تا کہ غیر برہمن بت پرست بھی ان کے ساتھ ہو جائیں۔

ہندو مہا سبھا اور دیگر تحریکوں کا آغاز اسی ایکٹ کے سبب ہوا۔ اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ قوم ہنود، ملک کو ہندو راشٹر بنانا چاہتی تھی۔ اس ایکٹ نے اس خواب کو چکنا چور کر دیا اور حکومتی معاملات میں قوم مسلم کو بھی حصہ دار بنا دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ ایک جمہوری ملک ہو گا، ہندو راشٹر نہیں۔ انگریزوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم نے مسلمانوں سے حکومت لیا ہے، اس لیے جب مسلمان پڑھ لکھ کر حکومت کے قابل ہو جائیں گے تو یہ حکومت انہیں واپس کر دی جائے گی، اسی لیے جب کانگریس پارٹی نے ابتدائی عہد حکومت میں اپنی مشارکت کا سوال اٹھایا تو برطانوی حکومت نے یہی جواب دیا، اسی لیے برطانوی حکومت پاکستان کے قیام کی حامی تھی، تا کہ مسلمانوں کو حکومت سے بالکل محروم نہ ہونا پڑے۔

اس ایکٹ کا پس منظر یہ ہے کہ ہندوستان کے مملکتی سکریٹری (Secretary of State for India) جان مورلی (John Morley) (۱۸۳۸ء-۱۹۲۳ء) نے 20: جولائی ۱۹۰۶ء کو عوامی ہاؤس (House of Commons) میں اپنی بجٹ تقریر (Budget Speech) میں اشارہ دیا کہ حکومت کچھ اصلاحات (Reforms) کرنا چاہتی ہے اور انڈین لیجسلیٹو کونسل (Indian Legislative Council) میں اہل ہند کے نمائندوں (Representatives) کو شریک کرنا چاہتی ہے۔ اس تقریر نے مسلمانوں کو بہت تشویش میں مبتلا کر دیا، کیونکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، جبکہ ہنود اکثریت میں تھے۔ انتخاب کی صورت میں ہندو امیدوار کا جیت جانا یقینی تھا۔ اس طرح مسلمان مکمل طور پر غیروں کے رحم وکرم پر منحصر ہو جاتے۔

ان حالات کے پیش نظر مسلم لیڈروں کے مابین گورنر جنرل آف انڈیا کو ایک میمورنڈم (Memorandum) پیش کرنے کی تجویز ہوئی۔ آفتاب احمد خاں (۱۸۶۷ء-۱۹۳۰ء)، محمد یعقوب (۱۸۷۹ء-۱۹۴۲ء)، نواب محمد اسماعیل خاں شیروانی (۱۸۵۲ء-۱۹۲۲ء) اور دوسرے مسلم رہنماؤں نے نواب محسن الملک (۱۸۳۷ء-۱۹۰۷ء) سے رابطہ کیا، تا کہ وہ مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے گورنر جنرل آف

انڈیا(GOI) کے سامنے مسلمانوں کے خدشات(Muslim Apprehensions) کو پیش کریں۔

نواب امدادالملک سید حسین بلگرامی (۱۸۴۴ء-۱۹۲۶ء) نے نواب محسن الملک سید مہدی علی خاں (۱۸۳۷ء-۱۹۰۷ء) اور دیگر قائدین کے ساتھ مل کر میمورنڈم تیار کیا۔ اس پر بحث ہوئی، پھر لکھنو میں 15و16 ستمبر ۱۹۰۶ء کو مسلم قائدین کے ایک اجتماع میں اس کو حتمی شکل دی گئی۔ سلطان محمد شاہ آغا خاں سوم (۱۸۷۷ء- ۱۹۵۷ء) کی قیادت میں 35: مسلم ممتاز لیڈروں کا وفد گورنر جنرل آف انڈیا منٹو دوم (Minto II)(۱۸۴۵ء-۱۹۱۴ء) کو شملہ (ہماچل پردیش) میں یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو میمورنڈم پیش کیا۔ اس وفد نے بیان کیا کہ یورپین ممالک کے طرز کا انتخاب کہ جس میں سماج و مذہب کی تمیز نہیں کی جاتی ہے، ایسا انتخاب مسلمانوں کو ہندکی اکثریت کے رحم وکرم پر چھوڑ دے گا، کیونکہ یہاں مذہب کی بنیاد پر ووٹ دیئے جائیں گے۔ مسلمانوں کے وفد نے یہ تجویز پیش کی کہ میونسپل کمیٹی، ڈسٹرکٹ بورڈ اور لجسلیٹو کونسل میں مسلمانوں کی نمائندگی کو یقینی بنانے کے لیے مسلمانوں کا جداگانہ انتخابی حلقہ ہو۔ گورنر جنرل نے مسلم وفد کو جواب دیا کہ انتخابی نمائندگی میں مسلم قوم کے سیاسی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

لکھنو کے مذکورہ مسلم اجتماع میں یہ تجویز بھی پاس ہوئی تھی کہ مستقبل میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک کل ہند مسلم سیاسی تنظیم(All India Muslim Political Organization) کی تشکیل کی جائے۔ اسی کے نتیجہ کے طور پر آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد 30: دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں رکھی گئی۔ اس وقت برہموں نے اپنا دماغ حاضر رکھا اور دلتوں اور شودروں کو بھی ہندو فہرست میں شامل کر کے اپنی اکثریت ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ برہموں نے شودروں پر بے شمار مظالم ڈھائے تھے، اس لیے پسماندہ اقوام کے رہنما ڈاکٹر امبیڈکر نے برہموں کے ساتھ ہونا پسند نہ کیا اور انتخابات میں پسماندہ قوموں کے لیے ریزرویشن (مخصوص حصہ) کی منظوری کرالی۔

ہندومہاسبھا کا قیام: سال ۱۹۰۹ء

برٹش گورنمنٹ کی جانب سے مورلی منٹو ریفارمس ۱۹۰۹ء(Morley-Minto Reforms 1909) کو دیکھ کر لالہ لاجپت رائے، لال چند اور شادی لال نے پنجاب میں ''ہندومہاسبھا'' کی تشکیل کی۔ یہ تینوں آریہ سماج کے لیڈر تھے۔ پنجاب ہندومہاسبھا نے امبالہ (Ambala) کے سالانہ اجلاس میں 8: دسمبر ۱۹۱۳ء کو آل انڈیا(Akhil Bharatiya) ہندومہاسبھا قائم کرنے کا ریزولیوشن(Resolution) پاس کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ ۱۹۱۵ء میں ہری دوار(Haridwar) کے کمبھ میلہ(Kumbh Mela) میں سارے ہندوستان سے ہندولیڈروں کو مدعو کیا جائے۔ آل انڈیا ہندومہا سبھا کے قیام کے لیے 13: فروری ۱۹۱۵ء کو ہری دوار میں، 17: فروری ۱۹۱۵ء کو لکھنو میں اور 27: فروری ۱۹۱۵ء کو دہلی میں تیاری کے اجلاس (Preparatory Sessions) ہوئے۔ ان تمام تیاریوں کے بعد اپریل ۱۹۱۵ء میں ہری دوار کے کمبھ میلا میں'' آل انڈیا ہندومہاسبھا''(Akhil Bharatiya Hindu Maha Sabha) کا قیام ہوا۔

آریہ سماجی لیڈر پنڈت شردھانند بھی اس اجلاس میں میں شریک ہوا، اور ایک ہندو مذہبی تحریک کے قیام کا سپورٹ کیا۔ اس کا قیام ہندو مذہب میں یکجہتی (Solidarity) اور سماجی اصلاح (Social Reform) کے مقصد سے ہوا۔ کانفرنس کے صدر منندر چندر ننندی (Manindra Chandra Nandy) نے فیصلہ کیا کہ ہندومہاسبھا برطانوی حکومت کی وفادار(Loyal) رہے گی۔ سال ۱۹۲۰ء سے ہندومہاسبھا میں ساورکر کے اثرات داخل ہونے شروع ہوگئے، حالانکہ ابھی وہ جیل ہی میں تھا۔ ہندومہاسبھا نے آزادی ہند کی تحریک (Indian Freedom Movement) میں حصہ نہیں لیا، کیونکہ یہ برطانوی حکومت کی وفادار تھی۔

سال ۱۸۸۲ء میں ہندومہا سبھا کا قیام لاہور میں ہوا۔ابھی ہندومہا سبھا نے اپنا قدم جمایا بھی نہ تھا کہ 03: سال بعد ۱۸۸۵ء میں کانگریس کا قیام ہوا۔اہل ہند کانگریس کی طرف راغب ہوگئے اور رفتہ رفتہ ہندوستان کی متحرک وفعال شخصیات کانگریس پارٹی سے منسلک ہوتی گئیں۔کانگریس پارٹی نے فرقہ پرستی (Communalism) کو قبول نہ کیا، بلکہ اس کی مخالفت کرتی رہی۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کانگریس کے فرقہ پرست ممبران ودیگر ہندوفرقہ پرست ہنود ''ہندومہا سبھا'' کی تجدید کاری میں لگ گئے۔

پہلے توسبھوں نے یہ سوچا تھا کہ کانگریس دراصل ایک ہندوسیاسی پارٹی ہے،لیکن جب کانگریس کے ذمہ داروں نے سیکولرافکارو نظریات (Secular Thouts and Ideologies) کو ترجیح دی تو فرقہ پرستوں کو ایک خالص ہندوتحریک کی ضرورت درپیش ہوئی۔گاندھی جی نے بھی سیکولرائزیشن (Secularisation) کو خوب تقویت پہنچائی، یہاں تک کہ سیکولر نظریات کے سبب ہی مخالفین کے ذریعہ گاندھی جی کے قتل کا حادثہ درپیش ہوا۔

آریہ سماج کا بانی پنڈت دیانند سرسوتی تھا۔لالہ لاجپت رائے آریہ سماج اور کانگریس کا بھی لیڈر تھا۔مشہور کانگریسی لیڈر اور بنارس ہندو یونیورسٹی (بنارس) کے بانی مدن موہن مالویہ (Madan Mohan Malaviya) نے لاہور میں منعقد ہونے والے ہندومہا سبھا کے پہلے اجلاس بتاریخ 21 اور 22 اکتوبر ۱۹۰۹ء کی صدارت کی۔ہندومہا سبھا ''سیکولرزم'' (Secularism) کی مخالفت کرتی تھی اور انڈیا کو ہندوراشٹر بنانے کے لیے کوشاں تھی۔

۱۹۱۵ء سے ۱۹۳۰ء تک بہت سے کانگریسی لیڈر، ہندومہا سبھا کے سالانہ جلسوں (Annual Sessions) میں شریک ہوتے رہے، پھر سال ۱۹۳۰ء سے ہندومہا سبھا نے سیاسی امور میں بھی حصہ لینا شروع کیا،اس کی سیاست کانگریس کی سیاست کے برخلاف تھی،اس لیے آپسی اختلافات کے سبب بعض لیڈروں نے ہندومہا سبھا کے جلسوں میں اپنی شرکت موقوف کردی۔ذات پات کے نظام کے سبب انتھک کوششوں کے باوجود قوم ہنود میں مذہبی شدت پسندی کو بہت زیادہ فروغ نہ مل سکا، بلکہ اس کا دائرہ ہمیشہ تنگ ہی رہا۔

گاندھی جی قتل کیس تک بہت سے ہندوسیاسی لیڈران کانگریس کے بھی ممبر ہوتے اور ہندومہا سبھا کے بھی رکن ہوتے۔گاندھی جی کے قتل کے وقت شیام پرساد مکھرجی ہندومہا سبھا کا صدر تھا اور کانگریسی حکومت میں کابینائی وزیر تھا۔مہا سبھائی لیڈر مدن موہن مالویہ (۱۸۶۱ء-۱۹۴۶ء) سال ۱۹۰۹ء، ۱۹۱۸ء، ۱۹۳۲ء میں کانگریس کا صدر رہا۔مدن موہن مالویہ سال ۱۹۱۶ء، ۱۹۱۷ء، ۱۹۲۳ء، ۱۹۲۶ء، ۱۹۳۴ء میں ہندو مہا سبھا کا صدر رہا۔ہندومہا سبھا کا فاؤنڈر ممبر لالہ لاجپت رائے (۱۸۶۵ء-۱۹۲۸ء) سال ۱۹۲۰ء میں کانگریس کا صدر رہا۔وہ سال ۱۹۲۵ء میں ہندومہا سبھا کا صدر رہا۔لالہ لاجپت رائے اپنی نوجوانی میں ہی سال ۱۸۸۲ء میں آریہ سماج کا ممبر بن گیا تھا۔وہ ۱۹۰۱ء میں کانگریس میں شریک ہوا تھا۔تقسیم ہند کی سب سے پہلی رائے لالہ لاجپت نے دی تھی۔قومی مسائل قسط ہشتم (شمارہ جولائی ۲۰۱۸ء) میں تفصیل مرقوم ہے۔

شدھی تحریک: سال ۱۹۲۳ء

آریہ سماج کے مشہور اور جارح لیڈر پنڈت شردھانند (Shraddhanand) نے سال ۱۹۲۳ء میں ''بھارتیہ ہندوشدھی مہا سبھا'' (Bhartiya Hindu Shuddhi Mahasabha) کی بنیاد رکھی۔اسلامی سلطنت کے عہد میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی اجازت نہیں تھی۔مذہب اسلام سے انحراف کرنے والے کو مرتد قرار دیا جاتا تھا۔سلطنت اسلامیہ کے زوال کے بعد راستہ ہموار ہو چکا تھا۔پنڈت شردھانند نے خاص کر آگرہ، علی گڑھ، متھرا (اترپردیش) اور اس کے مضافات میں مسلم راجپوتوں کو ایک رسم کے ذریعہ ہندو بنانا شروع کیا۔اس رسم کو شدھی کرن (Shuddhi Karan) کہا جاتا تھا۔اہل سنت وجماعت کی مشہور تحریک ''آل انڈیا جماعت رضائے

مصطفٰی‘‘(All India Jamaat Raza-E-Mustafa) نے ان راجپوتوں کو دوبارہ اسلام میں لانے کے لیے بہت جانفشانی کی۔ جماعت کے اکابر علمائے اسلام گھوم پھر کر، کوسوں پیدل چل کر، بلکہ بھوکے پیاسے رہ کر ان راجپوتوں کے دلوں میں دوبارہ اسلام کی شمع روشن کی۔

پنڈت شردھانند نے اسلام اور مسلمانوں سے متعلق زہرافشانی کا بازار گرم کردیا۔ مسلمانوں سے متعلق الزام تراشیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا اور دونوں قوموں کے درمیان نفرت وعداوت بڑھتی گئی۔ شدھی تحریک کے دوران ہی شردھانند کے گھر (نیا بازار، دہلی) میں داخل ہوکر عبدالرشید نامی ایک شخص نے 23: دسمبر ۱۹۲۶ء کو اسے ہلاک کردیا۔ سوامی شردھانند 22: فروری ۱۸۵۶ء کو تلوان (Talwan) ضلع جالندھر میں پیدا ہوا، اور 23: دسمبر ۱۹۲۶ء کو دہلی میں موت ہوئی۔ شردھانند شدھی تحریک اور ہندو سنگٹھن کا بانی تھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کو دلتوں کے ساتھ متحد ہوکر رہنا ہوگا۔ برہمنی افکار ونظریات میں خود اس کے ہم مذہب شودروں کے لیے گنجائش نہیں تو مسلمانوں کا کیا حال ہوگا؟

آر ایس ایس کا قیام: سال ۱۹۲۵ء

آر ایس ایس (RSS) کا قیام ساورکر کی آئیڈیالوجی (Ideology) پر ہوا۔ آر ایس ایس کا بانی سابق کانگریسی ممبر کیشو بلی رام ہیڈگوار (Keshav Baliram Hedgewar) ہے۔ ہیڈگوار 01: اپریل ۱۸۸۹ء کو ناگپور (مہاراشٹر) میں پیدا ہوا، 21: جون ۱۹۴۰ء کو ناگپور میں موت ہوئی۔ ہیڈگوار، ساورکر کی تحریروں سے بہت متأثر تھا۔ یہ بھی پہلے ہندومہاسبھا کا لیڈر تھا۔ ہیڈگوار نے 27: ستمبر ۱۹۲۵ء کو ناگپور میں آر ایس ایس (Rashtriya Swayamsevak Sangh) کی بنیاد رکھی۔

ہیڈگوار آر ایس ایس کا پہلا سر سنگ چالک (Sarsangchalak) یعنی سپریم لیڈر (Supreme Leader) ہوا۔ ہیڈگوار کی موت کے بعد سال ۱۹۴۰ء میں گولوالکر آر ایس ایس کا سیکنڈ سپریم لیڈر ہوا۔ مادھو سداشیو گولوالکر (Madhav Sadashiv Golwalkar) 19: فروری ۱۹۰۶ء کو رام ٹیک (Ramtek) (مہاراشٹر) میں پیدا ہوا۔ 05: جون ۱۹۷۳ء کو ناگپور میں اس کی موت ہوئی۔ یہ اپنی موت تک آر ایس ایس کا سپریم لیڈر رہا۔ ابھی موہن بھاگوت (Mohan Bhagwat) آر ایس ایس کا چیف ہے۔

آغاز امر سے تادم تحریر آر ایس ایس کا ہیڈکوارٹر ناگپور (مہاراشٹر) میں ہے۔ موجودہ ہندوستانی پرائم منسٹر نریندر مودی آر ایس ایس کا مشہور پرچارک ہے۔ اسی طرح سابق بھاجپائی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی (۱۹۲۴ء- تادم تحریر) بھی آر ایس ایس کا رکن ہے۔ سال ۲۰۱۶ء میں ہندوستان بھر میں آر ایس ایس کے دفاتر (Offices) کی تعداد چھپن ہزار آٹھ سو انسٹھ (56,859) تھی۔

آر ایس ایس نے جس طرح دلتوں اور پسماندہ اقوام کو اپنے قریب کرنے کی کوشش کی ہے، اسی طرح اب چند سالوں سے مسلمانوں کو بھی اپنے قریب کرنے کی کوشش میں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ کسی طرح بھی سارے اہل ہند برہمنوں کی بالادستی اور قیادت کو قبول کرلے۔ ہر ہندوستانی قوم خود کو برہمنوں کا غلام سمجھے اور برہمنوں کو اپنا معظم اور اپنے سے برتر تصور کرلے، لیکن اب علم وفضل کی روشنی سے ہر قوم روشن و تابندہ ہورہی ہے۔ قدیم زمانے میں جس طرح اپنی فوقیت وبرتری اور اپنی افضلیت کا فلسفہ دیگر اقوام کو سمجھا دیا گیا تھا، اب اس فلسفہ کو کوئی قوم تسلیم نہیں کرسکتی۔ جیسے جیسے علم کی روشنی پھیلتی جائے گی، ویسے ویسے باطل نظریات موت کے دامن میں منہ چھپاتے چلے جائیں گے۔

آئیڈیل آف آر ایس ایس

آئیڈیل آف آر ایس ایس (Ideal of RSS) ’’ونایک دامودر ساورکر‘‘ کے بہت سے خاص نظریات ہیں، جو اس کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ آر ایس ایس ان نظریات کی تبلیغ اپنے پرچارکوں اور مبلغوں کے ذریعہ ہندوستان بھر میں کرتی رہتی ہے۔ ساورکر کے چند اہم

نظریات یہ ہیں (۱) ہندوستان میں ہندوتوا (Hindutva) کا نفاذ (۲) ماضی میں اسلام قبول کرنے والے ہندستانیوں کو ہندو مذہب میں واپس لانا (۳) ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانا۔ بی جے پی درحقیقت آر ایس ایس کی پروردہ سیاسی پارٹی ہے، اس لیے سیاسی میدان میں بی جے پی بھی آر ایس ایس کے نظریات کی حمایت کرتی ہے۔ بہت سے بی جے پی لیڈروں نے دستور ہند میں تبدیلی لانے کی بات بھی کہی ہے۔

برہمن ازم اور ہندوازم

برہمنوں کی اولین تحریک ''برہموسماج'' ہے، پھر مزید دیگر آرین اقوام کو شامل کرنے کے لیے ''آریہ سماج'' کا قیام ہوا، پھر شودروں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کے لیے ''ہندومہاسبھا'' نام دیا گیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ برہمن ازم (Brahmanism) کے فروغ کے لیے کیا گیا۔ آج بھی تمام مذہبی ہندو تنظیموں میں برہمنوں کو عروج حاصل ہے، خواہ آر ایس ایس ہو یا وی ایچ پی، بلکہ سیاسی پارٹیوں کا حال بھی یہی ہے، خواہ بی جے پی ہو یا شیوسینا۔ چونکہ آج بھی ہندوؤں کے یہاں چھوت چھات (Untouchability) کا قانون جاری ہے اور یہ ختم ہونے والا نہیں ہے، اس لیے دو تین عشرہ قبل سے ہی متعدد دلت سیاسی پارٹیاں وجود میں آ چکی ہیں۔

کانگریس نے قبل آزادی سے ہی مسلمانوں کو اپنے قریب کر کے دبو چے رکھا۔ اب حالیہ دنوں میں مسلم، دلت متحدہ محاذ بھی قائم ہو رہا ہے، ممکن ہے کہ کچھ بھلائی کی راہ نکل آئے۔ آج کل شودر قوم خود کو ہندو بھی قرار نہیں دیتی۔ اپنے پرکھوں پر برہمنوں کے مظالم کی حقیقت جان کر وہ لوگ مسلمانوں سے قریب ہو رہے ہیں۔ ملک کی آزادی کے وقت برہمنوں نے شودروں کو ہندو بتا کر انہیں اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اس کے بعد انہیں شودروں اور دلتوں کو مسلمانوں کے بالمقابل میدان میں اتار دیا گیا۔ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد ملک بھر میں نہ جانے کتنے فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ اکثر فسادات میں دلتوں و شودروں کو ہی میدان میں اتارا گیا۔ اب دلتوں نے اس چال کو بھی سمجھ لیا ہے۔

اب شودروں نے بھی تعلیم حاصل کر لی۔ وہ اپنے اسلاف پر برہمنوں کے ظلم وستم سے واقف وآشنا ہوئے، اور انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلم سلاطین وحکام کی انصاف پروری کے سبب انہیں انسانوں کا سا رتبہ ملا تو وہ برہمنوں سے دور اور مسلمانوں کے قریب ہونے لگے۔ بہت سے شودروں نے ڈاکٹر امبیڈکر کی پیروی میں بدھ مذہب اختیار کر لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر برہمنوں نے بھی شودروں کو اپنے قریب کرنے کے لیے حکمت عملی آزمانا شروع کر دیا۔ دلتوں اور پسماندہ طبقات کی ایک ملک گیر تحریک ''بام سیف'' (BAMSEF) ہے۔ ۱۹۷۸ء سے یہ تحریک دلتوں اور پسماندہ طبقات میں بیداری لانے کی کوشش کر رہی ہے۔ بہت سے مسلمان بھی اس تحریک میں شامل ہیں۔

برہموسماج، آریہ سماج، شدھی تحریک، ہندومہا سبھا، آر ایس ایس اور دیگر ہندو قوم پرست تنظیموں کے مقاصد یکساں ہیں۔ سال ۱۹۸۵ء سے لال کرشن اڈوانی اور اس کے ہم خیالوں نے بی جے پی کے جھنڈے تلے پوری قوت وشدت کے ساتھ ہندوؤں کو بھڑکانا شروع کیا۔ نتیجہ کے طور پر 06: دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت ہوئی، اور اب رفتہ رفتہ عام ہنود کے دل ودماغ میں بھی فرقہ پرستی کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ دوسری جانب دلتوں کا تعلیم یافتہ طبقہ برہمنوں سے دور ہو رہا ہے۔ مستقبل میں کونسا نظریہ غالب ہوتا ہے؟ دیکھنا ہوگا۔

بہت سے دلت لیڈر اپنے سیاسی ودیگر مفادات کے لیے گرچہ بی جے پی یا آر ایس ایس کے ساتھ ہیں، لیکن اب دلتوں اور پسماندہ طبقات کے اکثر تعلیم یافتگان کا رجحان بی جے پی وآر ایس ایس کی طرف بہت کم ہو گیا ہے۔ وہ اس حقیقت کو سمجھ رہے ہیں کہ محض مسلمانوں کے مقابلے میں اکثریت ثابت کرنے کے لیے دلتوں، شودروں اور پسماندہ اقوام کو برہمنوں نے ''ہندو'' کی فہرست میں شامل کیا ہے، ورنہ برہمنوں کے جو نظریات شودروں سے متعلق عہد ماضی میں تھے، آج بھی وہ انہی نظریات پر قائم ہیں۔ مرکز میں بی جے پی حکومت کے قیام کے بعد ملک کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں اور دلتوں پر ظلم وستم ڈھائے گئے۔ کتنے مسلمانوں اور دلتوں کو کچھ نہ کچھ بہانہ لے کر ہلاک کر دیا گیا۔

پونہ پیکٹ

چھوت چھات کے نظریہ کے خلاف ڈاکٹر امبیڈکر کی تحریک سال ۱۹۲۰ء سے اپنی موت تک جاری رہی، لیکن خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے دلتوں کے لیے الگ انتخاب (Separate Electorate) کی تحریک چلائی، جس طرح انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے لیے الگ انتخاب کا قانون پاس کیا تھا۔ آخر کار گاندھی جی کی مداخلت سے یہ معاملہ حل ہوا اور پونہ پیکٹ کا وجود ہوا۔

پونہ پیکٹ (Poona Pact) ایک معاہدہ ہے جو گاندھی جی اور ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے مابین ہوا۔ 24: ستمبر ۱۹۳۲ء کو پونہ میں طے پایا۔ اس معاہدہ میں یہ بات پاس ہوئی کہ تمام غیر مسلم {Non-Muslims} کا عام انتخاب {General Electorate} ہوگا اور دلتوں کے لیے محکمہ قانون ساز میں اٹھارہ فی صد سیٹ خاص (Reserved) کی جائے گی۔

گاندھی جی نے سال ۱۹۳۲ء میں دلت قوم کو ہریجن (Harijan) کا لقب دیا۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے اس لقب کو پسند نہ کیا، اور دستور ہند میں دلت قوم کو درج فہرست ذات (Scheduled Caste) لکھا، پھر سرکاری کاغذات میں بھی یہی لکھا جانے لگا۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے ہندو مذہب میں چھوت چھات کے عقیدہ کی مضبوطی، استحکام وقوت اور اس غیر منصفانہ نظام کو دیکھتے ہوئے 13: اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ایولا، ناسک (مہاراشٹر) کی ایولا کانفرنس (Yeola Conference) میں کہا کہ وہ ہندو مذہب پر نہیں مرے گا۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر امبیڈکر نے تمام دلتوں کو ہندو مذہب سے نکالنے کا پروگرام بنایا، لیکن گاندھی جی کی فہمائش پر یہ کام نہ ہو سکا۔

ہندوستانی تاریخ بتاتی ہے کہ دلت یعنی شودر قوم ہندوستان کی اصل باشندہ اور ہندوستان کی حکمراں قوم تھی۔ اس قوم کو "دراوڑ" کہا جاتا تھا۔ جب وسط ایشیا سے آریہ قوم ہندوستان منتقل ہوئی تو آریوں نے ملکی باشندوں پر بہت ظلم وستم ڈھایا اور انہیں اپنا غلام بنالیا۔ آریوں نے چار طبقات میں ہندوستانی انسانوں کو تقسیم کیا۔ (۱) برہمن (مذہبی امور سرانجام دینے والی قوم) (۲) کھتری (حکومت اور فوجی خدمات انجام دینے والی قوم) (۳) ویش (زراعت وتجارت کرنے والی قوم) (۴) شودر (مذکورہ تینوں اقوام کی خدمت انجام دینے والی قوم) ہندوستان کے اصل باشندوں کو آریہ قوم نے "شودر" قرار دیا۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے اپنی کتاب "Who Were The Shudras" میں برہمنوں کی اس سازش کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس فکر کے تحریری مآخذ پر زبردست تنقید کی ہے۔ امبیڈکر نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا کہ چار ذاتوں میں تقسیم کا نظریہ نہ ہی فطرت کے مطابق ہے، اور نہ ہی یہ کوئی باعظمت خیال ہے یعنی ناقابل قبول ہے۔ امبیڈکر نے لکھا:

"The general proposition that the social organization of the Indo-Aryans was based on the theory of Chaturvarnya and that Chaturvarnya means division of society into four classes-Brahmins(priests), Kshatriyas (soldiers), Vaishyas (Traders) and Shudras (menials) does not convey any idea of the real nature of the problem of the Shudras nor of its magnitude."

{Who Were The Shudras? Preface xi)

ترجمہ: عام نظریہ کہ ہندو آرین سماجی ڈھانچہ کی بنیاد چتورورنا پر ہے، اور چتورورنا کا مطلب ہے سماج کی چار ذاتوں برہمن (پجاری) کھتری (فوجی)، ویشیا (تاجر) اور شودر (غلام/نوکر) میں تقسیم، یہ نظریہ نہ تو شودروں کے مسئلہ کا اصل فطرت کے مطابق کوئی نظریہ بیان کرتا ہے اور نہ ہی یہ اپنی اخلاقی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ (یعنی یہ خیال خلاف فطرت اور اخلاقی عظمت کے خلاف ہے) ☆☆☆☆☆

ماہنامہ پیغام شریعت اور اصحاب فکر وقلم

مولانا منیف عالم رضوی (مرغیا چک، سیتامڑھی: بہار)

ماہنامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی) کا اجرا دو سال قبل ماہ اپریل ۲۰۱۶ء میں ہوا تھا۔ میگزین کے صفحات پر سبط صدر الشریعہ حضرت مفتی فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی امجدی (چیف ایڈیٹر پیغام شریعت) اور جناب مولانا طارق انور مصباحی (ایڈیٹر پیغام شریعت) کے پرواز تخیل سے آشنائی ہوئی۔ افادۂ عامہ کے لیے ان دونوں کے چند منتشر شہ پاروں کو یکجا کر دیتا ہوں، تا کہ ارباب فکر و دانش کو سہولت میسر ہو جائے۔

چیف ایڈیٹر کی تحریر

شمارہ اپریل ۲۰۱۶ء میں چیف ایڈیٹر کا اداریہ آب زر سے نقش کرنے کے لائق ہے۔ اداریہ کا ایک معتدبہ حصہ افادۂ عامہ کے لیے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایڈیٹر کی وہ تحریریں نقل کی جائیں گی، جو انہوں نے اپنے مختلف مضامین میں رقم فرمائی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مدیر اعلیٰ نے جو اداریہ میں رقم فرمایا تھا، مدیر پیغام نے رفتہ رفتہ ارباب لوح وقلم کو اس جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے، یا ممکن ہے کہ وہ تمام ان کے ذاتی خیالات ہوں۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ چیف ایڈیٹر اور ایڈیٹر کے افکار ونظریات میں حد درجہ یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ذیل میں مدیر اعلیٰ کی تحریر نقل کی جاتی ہے۔ گرچہ میں سابقہ تحریروں کو دہرا رہا ہوں، لیکن یہ ایسی تحریر ہے جسے بار بار پڑھنا چاہئے۔

''امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی تعلیمات، ان کی تصنیفات اور ان کی تمام تر باقیاتِ صالحات ہمارا سب سے بڑا قومی وملی سرمایہ ہیں۔ انھوں نے ایسا سرمایہ عطا کیا کہ ہمیں کسی کا محتاج نہ رکھا، ہمیں انھوں نے علمی ورثہ عطا کیا، فکر دیا، احترام وعقیدت کا جذبہ دروں دیا، عقیدتوں کو قوت گویائی دی، استدلال کا سلیقہ دیا، عشق رسالت کی روح سے آشنائی دی، اور دلائل وبراہین کے حوالے سے حقائق کے اجالے میں لا کھڑا کیا۔ ضرورت یہ ہے کہ ان کی علمی وراثت کو نئے رنگ وآہنگ میں قوم کے سامنے پیش کیا جائے، تا کہ جو قوم کلام رضا سن کر جھومتی ہے وہ دلائل کی دنیا کی بھی سیر کرے، اور جو لوگ چون وچرا کی بھول بھلیوں میں گم ہیں وہ ذرا سوزِ دروں سے بھی آشنا ہوں، اور جوان سب سے دور ہوں انھیں بھی کچھ نہ کچھ ہاتھ آئے۔

آج ''پیغام شریعت'' کے پلیٹ فارم سے اسلامی صحافت کے میدان میں قدم رکھتے ہوئے ہم قلم کی اس پوری تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو خود کو اسی تاریخ کی سرحدوں میں محدود پاتے ہیں۔ یہ تحریر لکھتے وقت کچھ تو مسرت وشادمانی ہے، لیکن اپنے ناتواں کاندھوں پر ذمہ داریوں کا ایک بوجھ محسوس کرتے ہیں۔ یہ دیانت وامانت کا بوجھ ہے، راست گوئی وصدق بیانی کا بوجھ ہے، جسے چند بھولے بھالے دوستوں نے خود ہی اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ اس خار دار وادی میں جادہ پیمائی کرنے والے بہت ہیں۔ بہترین قلم کار نت نئے اسلوب کے ماہرین، الفاظ سے کھیلنے والے زبان آور۔ کچھ کو خاطر خواہ کامیابیاں بھی ملیں، اور کچھ زیادہ سفر طے نہ کر سکے اور تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ ہمارا مقدر کیا ہوگا، یہ کاتب تقدیر کو معلوم ہے، لیکن ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ جس قدر استطاعت ہو، جو کچھ کر سکیں کیا جائے۔ اس کے پس منظر میں یہ داعیہ کار فرما ہے کہ قوم کو وہ کچھ دیا جائے جس کی اسے ضرورت ہے، نہ کہ وہ جس کی اسے چاہت ہے، وہ جو اس کے حق میں بہتر ہے، نہ کہ وہ

جس کی وہ خوگر ہے۔

آج پوری دنیا میں اسلام مخالف عناصر اسلام کے خلاف متحرک اور سرگرم ہیں، ان کا طریقہ کار نعرے اور جذباتی تقریریں نہیں، بلکہ اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے ان کے پاس منظّم منصوبہ ہے۔ جس کے مطابق ان کا کام جاری ہے۔ عالمی سطح پر یہودی لابی کام کر رہی ہے، وہ عالمی سیاست اور بین الاقوامی وسائل پر اس طرح اثر انداز ہیں کہ انھوں نے دنیا کو باور کرا دیا ہے کہ ہمارے بغیر دنیا کا کوئی کام آگے نہیں بڑھ سکتا۔ انٹرنیشنل میڈیا پر انھیں کا کنٹرول ہے، عالمی بازار پر ان کی اجارہ داری ہے۔ عالمی بینک پر ان کا قبضہ ہے۔ بڑی بڑی صنعتیں وہ کنٹرول کرتے ہیں۔ اور ان تمام ذرائع کے ساتھ وہ اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کے درپے ہیں۔ اس کے لیے دھما کہ دار بیانات یا انقلابی تقریریں نہیں کرتے، بلکہ ان کا ہدف دنیا کے وسائل پر قبضہ کر کے نہ صرف یہ کہ اپنے وجود کو موثر ثابت کرنا بلکہ دوسروں کو عالمی بساط پر غیر موثر بنا دینا ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی سرزمین پر ہندو انتہا پسند تحریکیں جس طرح سرگرم ہیں، اور مزید منظّم ہوتی جا رہی ہیں، یہ سب کو معلوم ہے۔ لیکن ہماری قوم اپنے کردار وعمل سے مسلسل یہ ثابت کر رہی ہے کہ ہم جہاں بانی کی اہلیت تو بہت پہلے ہی کھو چکے ہیں اب ہمارا اپنا جو کچھ بچا کھچا وجود ہے وہ بھی دنیا کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس دور میں نہیں بلکہ ہر دور میں زندہ قوم کی علامت یہ ثابت کر دکھانا ہے کہ دنیا کی رونق اسی کے دم قدم سے ہے۔ سرگرمیٔ حیات اور دوڑتی بھاگتی زندگی میں اسی کے خون کی حرارت کام کر رہی ہے۔ لیکن ہماری قوم تو اس پورے منظرنامے سے ہی غائب ہے۔ وہ تو ابھی اپنے گھریلو معاملات میں ہی الجھی ہوئی ہے، بلکہ مزید الجھتی جا رہی ہے۔ اسے کب اور کہاں سے وہ موقع ملے گا کہ وہ کسی اور طرف توجہ کر سکے۔

دین ہماری سب سے بڑی دولت ہے، لیکن سب سے بڑی امانت بھی ہے۔ ہمیں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی ذمہ داری دی ہے۔ لیکن ہم نے امکانات کو اپنے اپنے حلقوں کے تحفظ کی فکر تک محدود کر دیا ہے۔ دین کی امانت دوسروں تک پہنچانے کی نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی نظام، نہ کوئی تحریک۔ ایسے عالم میں ہم ایک فکر لے کر چلے ہیں، لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا تو جلد ہی یہ فکر تحریک کی صورت اختیار کر جائے گی۔ ہماری حیثیت تو ایک مشت خاک کی ہے۔ لیکن کوشش کرنا ہی بندے کا کام ہے اور کامیابی بارگاہ رب العزت سے مقدر ہوتی ہے۔ ہم ''پیغام شریعت'' کے پلیٹ فارم سے امام احمد رضا کا مشن لے کر چلیں گے، مثبت فکر کو فروغ دینے کی کوشش کریں گے، غیر ضروری اور لایعنی اختلافات سے احتراز کریں گے۔ کوشش ہوگی کہ علم وتحقیق کا دور دورہ ہو، اور لوگوں کے جذبات کو کیش کرنے کی بجائے نئی نسل کو مثبت سوچ کے ساتھ علمی خدمات کی سمت پیش قدمی کا حوصلہ اور موقع دیا جائے۔

جہاں تک دور حاضر کے میڈیا کی بات ہے ہمیں خوب معلوم ہے کہ آج کا میڈیا اسلامی اصول تو دور کی بات ہے کسی اصول کو تسلیم نہیں کرتا، بلکہ اس کے اپنے خود ساختہ اصول ہوتے ہیں۔ جس قدر وہ دوسرے اصول کی پروا کیے بغیر اپنے اصول پر کاربند رہے گا اسی قدر وہ مقبول عوام ہوگا۔ لیکن ہم اپنے لیے شریعت ہی کے اصول کو اصول تسلیم کرتے ہیں، اور انھیں اصول کے دائرے میں رہتے ہوئے ''پیغام شریعت'' کے پلیٹ سے ''پیغام محبت'' عام کرنے کی کوشش کریں گے۔

حالات تقاضا کر رہے ہیں کہ میڈیا کے اس دور میں جب مختلف تنظیمیں اپنے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے میڈیا کو ترجیح دیتی ہیں۔ اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا کہ مفاد عامہ کو نقصان پہنچے گا یا نہیں، ایک ایسے مجلّے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے جو مفاد عامہ کا خیال رکھے، قوم کی مجموعی حالت پر نظر رکھے، اور جس مواد اور فکر کی اشاعت کرے، اس سے پہلے ہزار بار سوچ لے کہ کہیں یہ ملت کے لیے نقصان دہ تو ثابت نہ ہوگا۔

اس کا مقصد یہی ہے کہ مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ باہمی تعاون اور یک جہتی کو فروغ دیا جائے۔ اور ایسے امور کو ہوا نہ دی جائے جو مضر اختلافات کی راہ دکھاتے ہیں۔ علمی، فقہی، تبلیغی، مذہبی تحریکات اور سرگرمیوں کو بھرپور ترجیح دی جائے، تا کہ

ان کو فروغ ملے۔ علمائے کرام کو ایک میڈیا فراہم کیا جائے کہ وہ اپنی بات کہہ سکیں۔ اور قوم کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکے۔
ہماری یہ بھی کوشش ہوگی کہ قارئین کے سوالات خواہ وہ فقہی ہوں یا سماجی یا فکری ان کے تسلی بخش جواب تلاش کریں، نیز پوری دنیا میں اہل سنت و جماعت کے کام جہاں کہیں بھی ہور ہے ہیں ان کی ترجمانی کی جائے، تاکہ ان کا آپسی رشتہ مضبوط ہو اور ان کے دینی کام کو مزید استحکام ملے۔ وما توفیقنا الا باللہ''۔ (اداریہ اپریل ۲۰۱۶ء)

ایڈیٹر کے قلم سے

مدیر پیغام مولانا طارق انور مصباحی نے اصحاب لوح و قلم اور رہبران قوم وملت کو جگانے کی پرخلوص سعی فرمائی ہے۔ آنجناب کی تحاریر اس پر شاہد عدل ہیں۔ میں ان کی اس قسم کی بعض تحریروں کو جمع کر دیتا ہوں، تاکہ یکجا ہونے کے سبب افادہ واستفادہ میں آسانی ہو جائے۔
(۱) ''اپریل ۲۰۱۷ء کا شمارہ جلد سوم کا پہلا شمارہ ہے۔ سال گذشتہ 27: مارچ کو غالب اکیڈمی بستی حضرت نظام الدین اولیا (دہلی) میں ماہنامہ ''پیغام شریعت'' کا اجرا عمل میں آیا تھا۔ جلد دوم کے شماروں کو دیکھ کر قوم وملت ایک صالح فکر اور معتدل میگزین کے وجود سے آشنا ہوئی۔ اب جلد سوم کی بہاروں کا آغاز ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ماہنامہ پیغام شریعت کا ہر آگے بڑھتا قدم دینی و مذہبی سرفرازی اور قومی وملی سرخروئی کا سامان پیدا کرے گا۔ ہمارا منشور یہ ہے کہ میگزین کے ہر مضمون میں قوم کے لیے کوئی پیغام ہو، یا کسی مشکل کا حل ہو۔ مضامین تخلیقاتی عناصر پر مشتمل اور جدت طرازیوں سے مزین ہوں۔ مشمولات ومندرجات انقلاب آفریں اور حالات حاضرہ کے تقاضوں کے موافق ہوں۔ ہماری تحریریں قوم کو حسین مستقبل کی جانب رواں دواں کر دیں اور قوم کو ناہموار راہوں کو طے کرنے کے قابل بنا دیں۔
مضامین میں ذوق انسانی وضرورت بشری کا بھی لحاظ کیا جائے۔ اسلامیات کے ساتھ، اسلام و مسلمین کے لیے فائدہ بخش دیگر امور کی آمیزش سے قارئین کی فطری کشش اور طبعی میلان میں اضافہ کی امید ہے۔ گرچہ مقصود اصلی اسلام وسنیت کی ترویج وتبلیغ ہی ہے، جس کا ماحصل حضور اقدس تاجدار انبیا حضرت حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وآلہ وبارک وسلم کی ذات مبارکہ سے کائنات انسانی کو ان آداب وکیفیات کے ساتھ منسلک ومرتبط کرنا ہے، جو ہمیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بطور وراثت موصول ہوئیں اور منافقین مدینہ کے طرق وآثار سے قوم کو حذر وگریز کی تلقین کرنی ہے۔
خیال رہے کہ جن موضوعات پر بے شمار کتب ورسائل دستیاب ہیں، ان پر خامہ فرسائی کچھ زیادہ مفید نہیں۔ اسی طرح جن مباحث کی فی الوقت ضرورت نہیں، ان پر اپنی توانائی صرف کرنے کی بجائے جدید تقاضوں کے اعتبار سے عناوین کا انتخاب کیا جائے، جو قوم کے لیے فائدہ بخش ہوں۔ اخبارات وجرائد میں حالات حاضرہ کی رعایت زیادہ ہوتی ہے، جبکہ کتاب میں ہر قسم کے موضوعات کی گنجائش ہوتی ہے۔ یہ فرق مضمون نگاروں کے پیش نظر ہونا چاہئے، تاکہ میگزین اور کتاب، دونوں اپنے تشکیلی قالب میں محفوظ رہ سکیں۔ ان تمام حقائق کی صداقت کے ساتھ ہی ساتھ ماہنامہ پیغام شریعت کے ذریعہ قومی مستقبل کا ایک قابل عمل خاکہ بھی تیار کرنا ہے۔ اولاً فکری قوتوں کو بالیدگی اور حیات نو عطا کی جائے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد عملی تحریکات کا بھی آغاز ہو سکے گا۔
علمائے دین کو قوم مسلم اپنا مخلص قائد تسلیم کرتی ہے اور علمائے ہند صرف مذہبی وشرعی امور میں قوم کی رہنمائی کر کے خود کو بری الذمہ خیال کرتے ہیں۔ غیر مذہبی امور میں صالح قیادت ورہنمائی کے فقدان کے سبب قوم مسلم دیگر امور سے متعلق کوئی نتیجہ خیز فیصلہ نہیں کر پاتی ہے، پس لازم ہے کہ دیگر قومی امور سے متعلق بھی علما ومشائخ، قوم وملت کی دستگیری فرمائیں۔ آنجہانی اندرا گاندھی (۱۹۱۷ء-۱۹۸۴ء) کی موت کے بعد ملکی سیاست اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر حملہ (11: ستمبر ۲۰۰۱ء) کے بعد عالمی سیاست میں شعوری یا لاشعوری طور پر جو کچھ تبدیلیاں آئی ہیں، اس

میں قوم مسلم کو ہر محاذ پر پیچھے دھکیلنے کا جذبہ کارفرما ہے۔اب ہمیں جاگنا ہی ہوگا۔

مذکورہ بالا اغراض وعلل کے تناظر میں ماہنامہ ''پیغام شریعت'' کی جلد سوم کے لیے مختلف اقسام کے عناوین وموضوعات کی تجویز و تخصیص کر دی جاتی ہے۔قلمکاران ومحررین سے بصد ادب عرض ہے کہ کسی موضوع کا انتخاب کر کے ادارہ کو مطلع فرمادیں۔مضامین ۴/۵ صفحات پر مشتمل ہوں۔مشمولات ومندرجات مدلل ومستند ہوں۔حوالہ جاتی عبارتیں رقم کی جائیں۔محض تراجم یا مفاہیم پر اکتفانہ کیا جائے۔ میں نے مذہبی وغیر مذہبی {Religious & Unreligious} ساٹھ عناوین {60 Topics} رقم کردیا ہے،تاکہ ان موضوعات یا ان کے مماثل موضوعات کو اختیار کیا جائے۔مضمون نگاروں کو بھی ایک سمت مل جائے اور قارئین کو بھی دلچسپ وافادہ بخش مضامین پڑھنے کا موقع فراہم ہو''۔(ماہنامہ پیغام شریعت:اپریل ۲۰۱۷ء ص۳۲،۳۳)

(۲)''فضلائے مدارس اور قوم مسلم کی معاشی بہتری کی خاطر میں نے پروفیشنل ایجوکیشن کا موضوع {Topic} شروع کردیا ہے۔ چونکہ یہ ایک وسیع باب ہے،اس لیے محررین وقلمکاران سے عرض ہے کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی کر کے ہمارا قلمی تعاون فرمائیں،تاکہ نسل جدید صحیح جہات کا تعین کر سکے۔اسی طرح خطبا ومقررین سے بھی التماس ہے کہ قوم کو دینیات کے ساتھ دیگر عصری تقاضوں کی جانب بھی راغب فرمائیں۔اگر مذہبی رسائل وجرائد اور دینی وملی اسٹیجوں سے قومی اصلاحات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو قوم پر اس کے قوی اثرات مرتب ہوتے ہیں،کیونکہ قوم ایسے امور کو موافق شرع سمجھتی ہے۔نیز اگر یہ اصلاحات علما ومشائخ کی زبان وقلم سے جاری ہوں تو ایسی تحریر وتقریر قوم کے لیے سند کا درجہ رکھتی ہے۔ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے۔جمہوری ملک میں اپنے حقوق کی حصولیابی کے لیے جدوجہد کرنی ہوتی ہے۔ قوم کو سیاسی امور کی جانب بھی ترغیب دی جائے۔علمائے کرام اپنی عالمانہ حیثیت اور قائدانہ منصب یعنی دونوں رتبوں کا لحاظ کرتے ہوئے اسلام واہل سلام کی خدمات سرانجام دیں۔گرچہ بحکم شرع ان کی ذمہ داریاں مذہبی امور {Religious Affairs} سے متعلق ہیں،لیکن غیر مذہبی امور {Unreligious Matters} میں بھی قوم کی قیادت ورہنمائی امر حسن ہے،کیونکہ احادیث مبارکہ میں خیر خواہی مسلمین کا حکم علی الاطلاق جاری ہوا ہے:واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

میں نے قوم وملت کے لیے مفید سمجھ کران موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔اگر دربار الٰہی میں میرے افکار ونظریات امت مسلمہ کے لیے فائدہ بخش اور خیر آور ہیں تو رب تعالیٰ مستفیدین کے لیے حصول مقاصد کو سہل فرمادے،اور مزید نفع بخش مضامین کی جانب میری رہنمائی فرمائے:آمین''۔(ماہنامہ پیغام شریعت:اپریل ۲۰۱۷ء ص۲۰)

(۳)''قلمکاروں سے اطلاعاً عرض ہے کہ اگر کسی مضمون میں بدمذہبوں سے متعلق ترحم وترضی یا القاب تعظیمی کا استعمال ہوگیا ہو تو تصحیح {Correction} کے وقت وہ حذف کر دیئے جائیں گے۔اسی طرح از روئے شرع قابل گرفت عبارت بھی تبدیل کر دی جائے گی۔

اصحاب لوح وقلم سے بصد ادب عرض ہے کہ ماہنامہ ''پیغام شریعت'' کے اجرا کا مقصد مختلف محاذوں پر قوم وملت کی صالح قیادت و رہنمائی ہے۔اس لیے ملکی یا عالمی پیمانہ پر قوم وملت کے احوال وکوائف اور حوائج وضروریات کی تفتیش کر کے موضوع کا انتخاب کریں۔ورنہ یہ میگزین اہل سنت وجماعت کے موجودہ ماہناموں میں محض ایک غیر مفید اضافہ ہو کر رہ جائے گا۔مذہبی وغیر مذہبی ہر قسم کے نفع بخش مضامین قابل قبول ہوں گے۔شرط صرف یہ ہے کہ میگزین میں شائع ہونے والا کوئی مفرد ومرکب شریعت مصطفویہ سے متصادم نہ ہو،نہ ہی مصلحت عرفیہ کے متخالف ہو۔قلمکاروں کی سہولت کے لیے اپریل ۲۰۱۷ء کے شمارہ میں ساٹھ مجوزہ عناوین رقم کر دیئے گئے ہیں''۔

(ماہنامہ پیغام شریعت مئی ۲۰۱۷ء ص۵۱،۵۴)

(۴)''رب تعالیٰ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے توفیق واحسان کی امید پر ہم نے یہ پلان بنایا ہے کہ قوم کے لیے

افادہ بخش اور کارآمد دستاویزات کو میگزین کے صفحات میں محفوظ کرنے کی کوشش کی جائے۔ارباب علم ودانش اس پروگرام میں شریک ہوکر ہمارا قلمی وعلمی تعاون فرمائیں۔ماہنامہ ''پیغام شریعت''(ماہ مئی ۲۰۱۷ء،ص۵۴) میں غیر مذہبی مضامین (Unreligious Articles) سے سیاسی وسماجی ،طبی وتاریخی ،تعلیمی ومعاشی اعتبار سے کارآمد اور مفید مضامین مراد ہیں ،جو حالات حاضرہ کے موافق ہوں۔

موجودہ ایام میں مسلمانان ہند جن مشکل مسائل سے نبرد آزما ہیں ،ان مسائل کا حل تلاش کیا جائے ،اسی طرح جن امور پر قومی رہنمائی کی ضرورت محسوس ہو،ان پر قلم کاری کی جائے۔عہد حاضر میں کسی میگزین کو دیکھ کر قارئین کا عام تأثر ہوتا ہے۔''بس!وہی ہے جو پچاس برسوں سے لکھا جارہا ہے''۔قلمکاروں کو چاہئے کہ وہ محنت وجانفشانی کریں ،اور نئے میدانوں کی تلاش۔مستفیدین کی پسند کا لحاظ رکھیں اور حالات حاضرہ کی رعایت: واللہ الہادی الی الصراط القویم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم''۔(ماہنامہ پیغام شریعت: ستمبر ۲۰۱۷ء ص۴۰)

(۵)''قلمکاروں سے بصد ادب عرض ہے کہ برقی وغیر برقی حالیہ اخبارات کو بغور دیکھ کر حالات حاضرہ کے مطابق ایسے موضوعات کا انتخاب فرمائیں ،جن سے مسلمانان ہند یا مسلمانان عالم کے مفادات وابستہ ہوں۔گرچہ اس نوع کی مضمون نگاری میں کچھ مشقت درپیش ہوگی ، لیکن اس طرز وروش کو اپنانے میں قومی بھلائیاں مضمر ہیں ،نیز قلمکار کی قابلیت بھی ترقی پذیر ہوگی۔جن موضوعات پر بہت سی کتب ورسائل دستیاب ہیں ،ان موضوعات پر قلم طرازی کا صریح مفہوم یہ ہے کہ یہاں ،وہاں سے مواد اکٹھا کردیئے گئے ہیں۔یہ مضمون نگاری کی ادنیٰ منزل ہے۔

قلمکاران مواد کی فراہمی کے لیے انٹرنیٹ ،الیکٹرانک میڈیا ،پرنٹ میڈیا اور برقی لائبریریوں سے استفادہ کریں: واللہ الموفق وہو المعین''۔(ماہنامہ پیغام شریعت: اکتوبر ۲۰۱۷ء ص۵۲)

مذکورہ بالا نظریہ کی تائید وتقویت ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری (۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء) کی درج ذیل تحریر سے ہوتی ہے۔

ملک العلما نے لکھا:'میں شیر بیشۂ اہل سنت ناصر دین وملت سیف اللہ المسلول مولانا ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نہیں بھولتا ، بلکہ ہروقت یاد آتا ہے۔جب میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰحضرت محشی کتب کثیرۂ درسیہ میں فرق دریافت کیا۔فرمایا: میاں! ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات وافادات ہوتے ہیں اور ان حضرات (دیگر محشین) کی مثال وہی ہے۔بیٹھا بنیا کیا کرے ،اِس کوٹھی کا دھان اُس کوٹھی میں۔اُس کوٹھی کا دھان اِس کوٹھی میں۔کسی کتاب کی چند شرحیں ، چند حواشی آگے رکھ کر کچھ اِس سے کچھ اُس سے لے کر ایک شرح لکھ ڈالی''۔(حیات اعلیٰ حضرت ج۱ص۲۳۰-امام احمد رضا اکیڈمی بریلی)

واضح رہے کہ چند کتابیں سامنے رکھ کر ادھر ،اُدھر سے مضامین لے کر ایک مضمون تیار کرنا آپ کی استعدادی قوت کو فنا کرنے والی ہے۔ہمارا خیال ہے کہ قلمکاروں میں اتنی قوت ہے کہ وہ جدید موضوعات پر قلمکاری کرسکیں۔انہیں محنت ومشقت سے جی نہیں چرانا چاہئے۔اپنے دلوں میں محسوس ہونے والے قومی درد اور رنج والم کے تقاضوں کے مطابق ''مسلم مسائل'' پر رقم طرازی کریں۔قوت واستعداد کے مطابق عملی اقدام بھی کریں۔چونکہ آپ محض نام ونمود اور اپنی تشہیر کے لیے مضمون نگاری نہیں کرتے ،نہ ہی اس لیے کہ دنیا آپ کو بھی قلمکار سمجھے ، بلکہ خدمت قوم مقصود ہے تو علاج ودوا ایسی دی جائے کہ مریض کو بروقت اس کی ضرورت ہو۔

(۶)''مذہبی مسائل'' پر قلمکاری کرنے والوں کی ایک طویل تعداد ہے۔اب نسل جدید کو ''مسلم مسائل'' پر خامہ فرسائی کرنی چاہئے۔ میگزین میڈیا کا ایک حصہ ہوتا ہے ،اسی لیے اس کا رجسٹریشن کیا جاتا ہے ،اور پوسٹ آفس میں ترسیل وارسال کے لیے خصوصی مراعات دی جاتی ہے ،جب کہ کتابوں کی اشاعت کے لیے نہ رجسٹریشن کی ضرورت ہوتی ہے ،نہ ہی پوسٹ آفس کسی قسم کی رعایت دیتا ہے۔میڈیا کا تعلق حالات حاضرہ واحوال موجودہ سے ہوتا ہے ،گرچہ دیگر امور کی گنجائش بھی اس میں ہوتی ہے۔اس اعتبار سے وہی ''اسلامی مسائل'' اصل موضوع قرار پائیں گے ، کہ حالات حاضرہ جن کا متقاضی ہو۔ایسی صورت میں اصل کو ترک کر کے متعلقات وملحقات کو اصل مقصود بنا دینا عہد

حاضر کے اسلامی ماہناموں کا فیشن اور قلم کاروں کا ایک خوبصورت ہنر بن چکا ہے۔ مذہبی ماہنامے تو اریخ ماضیہ کے عجائب خانے بن چکے ہیں۔

اردو زبان میں شائع ہونے والے تقریباً تمام اسلامی ماہنامے، پبلک میگزین (Public Magazine) ہیں۔ ان ماہناموں میں مضامین بھی عام قارئین کی ضروریات اور عقل وفہم کے مطابق ہونے چاہئے۔ خالص علمی اور تحقیقی مضامین پر ماہناموں کا مشتمل ہونا عام قارئین کی بے توجہی کا ایک بڑا سبب ہے۔ محض مضمون نگاروں کی علمی تحقیقات کی اشاعت کے لیے جو میگزین جاری کیا جائے، اس میں خالص علمی وتحقیقی مضامین کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ ماہنامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی) پبلک میگزین ہے۔ قلمکاروں کو اس کا لحاظ کرنا چاہئے''۔

(ماہنامہ پیغام شریعت: مئی وجون ۲۰۱۸ء ص ۳۱)

واضح رہے کہ میگزین ''پیغام شریعت'' کے اجرا کے چند خاص مقاصد ہیں۔ مدیر موصوف نے متعدد شماروں میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یاد دہانی کے لیے بعض اقتباسات منقولہ ذیل ہیں۔

(۱) ''ماہنامہ ''پیغام شریعت'' محض ایک میگزین نہیں، بلکہ مذہبی، ملی اور قومی مسائل وضروریات کے حل کے لیے ایک قلمی تحریک ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ثم ان شاء الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے ذریعہ قوم مسلم کی ہمہ جہت رہنمائی کی کوشش ہوگی: وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم''۔ (ماہنامہ پیغام شریعت: فروری ۲۰۱۷ء ص ۳۷)

(۲) ''انڈین یونیورسٹیز میں زیر تعلیم فضلائے مدارس سے مخلصانہ التماس ہے کہ اپنی اپنی یونیورسٹی میں موجود پیشہ ورانہ علوم سے متعلق تفصیلی مضامین ہمیں ارسال فرمائیں، تاکہ قوم اس سے مستفید ہوسکے''۔ (ماہنامہ پیغام شریعت: اپریل ۲۰۱۷ء ص ۲۰)

(۳) ''مدارس اسلامیہ کے فارغین عقل وہوشمندی اور محنت ومشقت سے کام لیں، خود بھی ترقی کریں اور قوم کو بھی عروج بخشیں۔ اسلامی تعلیم گاہوں میں تعلیمی مدت میں تخفیف کی جائے، تاکہ فراغت کے بعد طلبا کے لیے اسکولی تعلیم کی گنجائش باقی رہے۔ صالح افکار و نظریات اور تعمیری ذہنیت کو قبولیت وتحسین سے سرفراز کیا جائے۔ فاسد آراو تخیلات اور تخریبی ذہنیت کو شکست دی جائے۔ موجودہ وقت میں ملک ہند میں مذہب اہل سنت وجماعت انتہائی کشمکش میں مبتلا ہے۔ وہ تمام امور جو مذہب اور اہل مذہب کے زوال وادبار کے لیے اسباب و وسائل بن سکتے ہوں، انہیں سختی کے ساتھ کچل دینے کی کوشش کی جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ثم ان شاء الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہنامہ ''پیغام شریعت'' رفتہ رفتہ ان تمام راہوں کی نشاندہی کرتا جائے گا جو قومی وملی عروج وارتقا اور فلاح وبہبود کی جانب لے جاتی ہوں، نیز وہ نفوس قدسیہ غور وفکر کریں جو فکر ونظر کے اہل ہیں۔ مشکل اس لیے درپیش آتا ہے کہ ہمارے اکثر امور میں نااہلوں کا گروہ میدان میں کود پڑتا ہے۔ انہیں خود بھی معلوم نہیں کہ وہ قوم وملت کے لیے مستقبل کی خاکہ نویسی اور تصویر سازی کے اہل ہیں یا نہیں؟ لیکن رائے زنی کے لیے منہ کھول دیتے ہیں: فاللہ المستعان وہو نعم المولیٰ ونعم النصیر''۔ (ماہنامہ پیغام شریعت: نومبر ۲۰۱۶ء ص ۳۱)

(۴) ریاست کیرلا میں سمستھا کیرلا (سنی جمعیۃ العلما) کے جنرل سکریٹری کی حیثیت ''امیر المومنین'' کی طرح ہوتی ہے۔ سمستھا کیرلا کا مالی فنڈ اسلامی بیت المال کی طرح ہوتا ہے، جس سے قوم مسلم کی مختلف ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ ریاست کیرلا میں سمستھا کیرلا ہمہ گیر مذہبی خدمات سرانجام دیتی ہے۔ حنفی دنیا میں رضا اکیڈمی (ممبئ) بھی مختلف قسم کی خدمات انجام دیتی ہے۔ سنی حنفی علمائے کرام کے پاس نہ تو کوئی مستحکم وبااثر تنظیم ہے، نہ ہی تنظیمی ذہن کے افراد کی کثرت۔ اگر کوئی پیش قدمی بھی کرے تو متعدد رکاوٹوں کے سبب کام زیادہ نہیں ہو پاتا''۔

(ماہنامہ پیغام شریعت: مئی وجون ۲۰۱۸ء ص ۳۱)

مدیر موصوف نے اپنی تحریروں میں، علمائے کرام، طلبائے مدارس اور عام مسلمانوں کو متعدد جہات ونکات اور بہت سے مفید امور کی جانب راغب کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ چیف ایڈیٹر وایڈیٹر وتمام قلم کاران پیغام شریعت (دہلی) کو جزائے خیر عطا فرمائے: آمین

تحفظ ناموس رسالت قسط سوم

باب تکفیر کے غیر منصوص جزئیات

طارق انور مصباحی (کیرلا)

مسئلہ تکفیر اور مسئلہ قصاص

قصاص کو قرآن مجید میں انسانی جانوں کا محافظ بتایا گیا ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ} (سورہ بقرہ: آیت ۱۷۹) ترجمہ: اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے۔(کنزالایمان)

قصاص ہی کی طرح مسئلہ تکفیر عقائد اسلامیہ کا محافظ ہے۔ورنہ جس کے دل میں جو آئے گا، وہ بکتا پھرے گا۔لوگ تکفیر کا مطلب کسی کو کافر بنانا سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ محض حکم اسلام کا اظہار ہے۔قائل یا فاعل اپنے کفریہ قول وفعل کے سبب کافر ہو جاتا ہے، خواہ کوئی عالم فتویٰ دے، یا نہ دے۔کفریات بکنا اور کفری اعمال انجام دینا، جیسے پانچ کی بجائے تین ہی نماز کو فرض بتانا، یا شجر وحجر کی عبادت کرنا کفر ہے۔اس کفر کو کفر بتانا غلط نہیں، بلکہ ان جرائم کا ارتکاب جرم ہے۔اسی طرح مجرم کو بے گناہ وبے قصور بتانا غلط ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اہل تصوف ہیں، ہم کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔کیا وہ بت پوجنے والے کو بھی مومن سمجھتے ہیں۔یہ مذہب گرو نانک، سائی بابا، اور اسی قسم کے چند اہل ہند کا تھا، جسے بھکتی کا مذہب کہا جاتا تھا۔اگر کوئی نماز پڑھنے والا اہل قبلہ کہے کہ فرض نماز پانچ نہیں، بلکہ تین ہی ہے۔کیا وہ مومن ہے؟ اے مسلمانو! اپنے خدا اور رسول کے حکم پر عمل کرو۔گمرہوں سے دور بھاگو: **{ایا کم و ایاھم}**

ساری کائنات میں سب سے پہلے رب تعالیٰ نے فتویٰ کفر صادر فرمایا ہے۔حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنے سے جب شیطان نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے کافر قرار دے کر اپنے دربار سے خارج فرما دیا۔رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

{وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ} (سورہ بقرہ: آیت ۳۴)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔(کنزالایمان)

شیطان سے قبل کسی نے کفر کی راہ اختیار نہ کی تھی۔یہ پہلا کافر ہے۔اس کے کفر کا فتویٰ رب تعالیٰ نے دیا۔مذہب اسلام کے بعض کلمہ خوانوں پر بھی سب سے پہلے رب تعالیٰ نے فتویٰ کفر صادر فرمایا۔سورہ بقرہ میں منافقین مدینہ سے متعلق بہت سی آیتیں نازل ہوئیں، پھر قرآن مجید میں ایک مستقل سورہ منافقین سے متعلق نازل ہوا، جو سورہ منافقون کہلاتا ہے۔رب تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا:

{وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ} (سورہ بقرہ: آیت ۸)

ترجمہ: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے، اور وہ ایمان والے نہیں۔(کنزالایمان)

ذیل میں چند سوالوں کے جوابات میں نے تحریر کیا ہے۔فقہائے اسلام اپنی تحقیقات پیش کریں، تا کہ غور وفکر کیا جا سکے۔بعض تحریروں

میں کفر کلامی میں اختلاف کی بعض صورتیں بتائی گئی ہیں۔ان تمام صورتوں کی بنیاد اس بات پر ہے کہ کسی کو کافر کلامی تسلیم کرنے کے لیے ہر ایک مفتی کو ذاتی تحقیق کرنی ہوگی۔جب اس کی تحقیق کے مطابق جہات محتملہ میں احتمال بلا دلیل بھی موجود نہ ہو تو وہ اسے کافر کلامی قرار دے سکتا ہے، ورنہ نہیں، لیکن کوئی جزئیہ یا صریح دلیل تحریر نہیں کی گئی ہے، جس سے ثابت ہو کہ ہر ایک مفتی کو ذاتی طور پر تحقیق کرنی ہوگی۔جو اقتباسات بطور دلیل پیش کیے گئے ہیں، ان سے یہ مفہوم ثابت نہیں ہوتا۔شاید یہ نظریہ خلیل بجنوری نے ایجاد کیا ہے، اور بعض دیگر اس سے متاثر ہو گئے۔ خلیل بجنوری نے اس نظریہ کا تذکرہ اپنی کتاب ''انکشاف حق'' میں کیا ہے۔بجنوری بھی اس نظریہ پر کوئی جزئیہ یا دلیل پیش نہ کرسکا۔

ہاں، تکفیر کلامی کے لیے حکم کفر صادر کرنے سے قبل اصل مفتی (فتویٰ کفر جاری کرنے والے مفتی) کی نظر میں جہات محتملہ کا قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری ہے۔اسی طرح جہات محتملہ کو تین میں منحصر مان لینے کے سبب بھی معاملہ پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ جہات محتملہ پانچ ہیں۔رد الفساد=قسط پنجم میں تفصیل مرقوم ہے۔ان جہات خمسہ محتملہ کے قطعی بالمعنی الاخص ہو جانے کی صورت میں متکلمین حکم کفر جاری کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے فتویٰ کی تصدیق علمائے حرمین طیبین نے کی۔اشخاص خمسہ کے کفریہ کلام پر ہر ایک مفتی و عالم نے غور وفکر کیا، لیکن تکلم ومتکلم کے بارے میں ہر ایک کو نہ مکمل تحقیق تھی، نہ ہی تصدیق وتائید کے لیے کسی عالم وفقیہ نے یہ کہا کہ جب تک ہمیں تکلم ومتکلم کے بارے میں مکمل تحقیق (جہات محتملہ میں احتمال بلا دلیل کا معدوم ہونا) نہ ہو جائے، ہم تائید وتصدیق نہیں کرسکتے۔تصدیقات کا یہ مجموعہ ''حسام الحرمین'' کے نام سے موسوم ومشہور ہے۔علمائے ہند نے بھی اسی فتویٰ کی تائید وتصدیق کی۔تصدیقات کا مجموعہ ''الصوارم الہندیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔علمائے ہند نے بھی اپنی تائید وتصدیق کے لیے ذاتی تحقیق کی شرط نہ لگائی تھی۔ہاں، اصل مفتی کو تمام تحقیق لازم ہے۔

سوال: امام سبکی شافعی (۶۸۳ھ-۷۵۶ھ) کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضروریات اہل سنت میں توقف جائز ہے۔اس عبارت کو علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے بھی نقل کیا ہے۔حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن وانس دونوں کے لیے رسول ہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلقاً رسول ہونا ضروریات دین میں سے ہے اور قوم جن کے لیے بھی رسول ہونا ضروریات اہل سنت میں سے ہے، جیسا کہ امام سبکی نے بھی اسی مقام پر اس امر کو ضروریات دین کی قسم دوم میں شمار فرمایا۔ضروریات کی قسم دوم وہی ہے جو آج ضروریات اہل سنت کے نام سے متعارف ہے۔عہد ماضی میں اس اصطلاح کا استعمال نہیں ملتا۔اسی پر بحث کرتے ہوئے امام سبکی شافعی نے تحریر فرمایا کہ اگر کوئی عالم اس امر میں توقف کرے تو وہ گنہگار بھی نہیں ہوگا، چہ جائیکہ اہل سنت سے خارج ہو جائے۔عبارت درج ذیل ہے۔

امام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی شافعی (۶۸۳ھ-۷۵۶ھ) نے تحریر فرمایا:﴿**ومنهم من كان عالمًا وقد وصلت اليه هذه الادلة وله تمكن من النظر فيها فهذا المطلوب منه العلم بها ويجب عليه الايمان به قطعا لعلمه بادلتها وصار بمنزلة من سمع من النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فيجب عليه تصديقه فيه قطعا واما الايمان الاجمالى فواجب على كل احد بما جاء به النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فلا بد منه فى هذه المسئلة وغيرها او يكتفى به فى هذه المسألة بالنسبة الٰى غير العالم ولا يكتفى فيه فى حق العالم وفرض ذلك عسر-لان العالم متى احاط علمه بهذه الادلة ووجه دلالتها حصل له العلم،ولا يمكن تخلف العلم عنه بعد ذلك-نعم،لو كان الشخص له قوة على النظر وتمكن من الادلة والوقوف عليها والنظر ولم يفعل،بل اقتصر علٰى محض التقليد فالذى يظهر لى انه لا يعصى بذلك ويكفيه التقليد -واما اذا لم يقلد ولكن توقف فلم يعتقد شيئا مع تمكنه من ادراك ذلك فهو محل نظر-ويترجح ايضًا انه غير ماثوم لعدم قيام الدليل علٰى وجوب ذلك بخلاف ما اذا اعتقد غير الحق فان ذلك يكون لتقصيره والاقدام بغير دليل خطأ بخلاف التوقف فيما لايجب كما أتى فى الفروع-نقول:من اقدم على فعل بغير علم بحكمه يكون**

ماثوما و من توقف عنه لا یکون مأثوما﴾ (فتاوی السبکی ج۲ص۶۰۵،۶۰۶-دارالمعرفۃ بیروت)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے اس عبارت کو فتاویٰ حدیثیہ (ص۱۴۳،۱۴۴-دارالفکر بیروت) میں نقل فرمایا ہے۔

جواب: اس سوال کے متعدد جواب ہوسکتے ہیں (۱) امام سبکی کی مذکورہ عبارت کی صحیح توضیح کی جاسکتی ہے۔(۲) انہوں نے اپنا ایک نظریہ پیش کیا ہے۔(۳) اس عبارت میں تضاد بھی ہے۔توقف دراصل غیر حق کے اعتقاد کی ایک صورت ہے۔شک، توقف، انکار، تکذیب، غیر حق کے اعتقاد کا ایک ہی حکم ہے۔دراصل ضروریات دین وضروریات اہل سنت کا اعتقاد رکھنا ہے۔اعتقاد کے خلاف جو بھی صورتیں ہیں، وہ قابل قبول نہیں۔امام سبکی نے توقف اور غیر حق کے اعتقاد کو الگ شمار فرمالیا۔(۴) سواد اعظم کے عقیدہ کے برخلاف اگر کوئی محقق لکھے تو وہ قابل قبول نہیں ہوتا۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

''جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں۔کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔عقائد میں چار اصول ہیں۔کتاب، سنت، سواد اعظم، عقل صحیح، تو جو اُن میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلہ عقائد کو جانتا ہے، دلیل سے جانتا ہے، نہ کہ بے دلیل محض تقلیداً۔اہل سنت ہی سواد اعظم اسلام ہیں تو ان پر حوالہ، دلیل پر حوالہ ہے نہ کہ تقلید، یونہی اقوال ائمہ سے استناد اسی معنی پر ہے کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے ولہٰذا ایک دو، دس بیس علمائے کبار ہی سہی، اگر جمہور وسواد اعظم کے خلاف لکھیں گے، اس وقت ان کے اقوال پر نہ اعتماد جائز، نہ استناد کہ اب یہ تقلید ہوگی، اور وہ عقائد میں جائز نہیں''۔(فتاوی رضویہ ج۱۱ص۵۶،۵۷-رضا اکیڈمی ممبئی)

سوال: اگر یہ نظریہ غلط ہے تو کیا اس تحریر کی وجہ سے امام سبکی شافعی پر کوئی اعتراض وارد ہوگا؟

جواب: کسی کے بتانے کے بعد یا ازخود کسی لغزش پر مطلع ہوکر بھی اسی خطا پر اصرار کے سبب حکم شرع عائد ہوتا ہے۔اگر کوئی خطا صادر ہوگئی اور اس خطا کا علم نہ ہوسکا تو معذور سمجھا جاتا ہے۔جو کلام بحث ومناظرہ یا تحقیق وتشریح کے وقت علمائے اسلام سے صادر ہو، اگر وہ شریعت مطہرہ کے منافی ہے، اور وہاں تاویل صحیح (تاویل قریب) کی گنجائش نہیں ہے تو ان حضرات کے اتباع شرع کو پیش نظر یہی حکم ہوگا کہ بوجہ غفلت ایسا ہوگیا۔اگر ایسی صورت میں کفر لزومی بھی ثابت ہوتو بھی صاحب کلام پر کوئی حکم عائد نہیں ہوگا، کیونکہ اس عیب پر انھیں اطلاع نہیں ہے۔

(۱) علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ) نے کفر لزومی کے بارے میں تحریر فرمایا:

﴿من یلزمه الکفر و لا یعلم به لیس بکافر﴾ (شرح المواقف ص۵۵۶)

ترجمہ: جسے کفر لازم ہو، اور اسے اس کا علم نہ ہو تو وہ کافر نہیں۔

(۲) امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿لا یکفر اذا لم یعلم بان اللازم کفر﴾ (الیواقیت والجواہر ج۲ص۱۲۳:مصر)

ترجمہ: جب لزوم کفر کا علم نہ ہو تو مرتکب کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

سوال: کن امور میں مجتہدین وعلما کو اختلاف کی اجازت ہے؟

جواب: ضروریات دین کے علاوہ جن امور کے انکار پر کفر فقہی یا گمرہی کا حکم آتا ہے، ان امور میں اختلاف کی اجازت نہیں۔(۱) ضروریات دین (قطعی بالمعنی الاخص امور یعنی جو قطعی الثبوت وقطعی الدلالت ہو) (۲) ضروریات اہل سنت (باب عقائد وفقہ کے قطعی بالمعنی الاعم امور) (۳) باب عقائد وفقہ کے اجماعی امور۔تفصیل درج ذیل ہے۔

وہ احکام شرعیہ جو قرآن اور حدیث متواتر سے صراحتاً ثابت ہوں، یعنی دلیل ومدلول دونوں قطعی بالمعنی الاخص ہوں، ان میں قیاس وتاویل کی گنجائش نہیں، بلکہ ان مسائل میں قرآن وسنت کی نصوص ہی پر عمل کرنا ہے۔

(۱)امام زرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) نے لکھا:﴿المجتهد فيه وهو كل حكم شرعي عملي اوعلمي يقصد به العلم ليس فيه دليل قطعي-فخرج بالشرعي العقلي فالحق فيها واحد-والمراد بالعملي ما هو كسب للمكلف اقدامًا و احجامًا-وبالعلمي ما تضمنه علم الاصول من المظنونات التي يستند العمل اليها-وقولنا ليس فيها دليل قاطع، احترازًا عما وجد فيه ذلك من الاحكام-فانه اذا ظفر فيه بالدليل،حرم الرجوع الى الظن﴾(البحر المحیط ج۶ص ۲۲۷)

〈ت〉مجتہد فیہ، ہر وہ علمی یا عملی شرعی حکم ہے جس کے علم کا قصد کیا جائے اور اس بارے میں دلیل قطعی نہ ہو، پس شرعی کی قید سے حکم عقلی نکل گیا، اس لیے کہ اس میں ایک ہی حق ہوتا ہے (عقلی سے مراد علوم اعتقادیہ ہیں اور علوم اعتقادیہ میں ایک حق اور حق کے علاوہ سب باطل ہیں) اور عملی سے مراد وہ ہے جو بندۂ مکلّف کا کسب ہو، کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے، اور علمی سے مراد وہ ہے کہ جن امور ظنیہ کو علم اصول شامل ہو کہ جن کی طرف عمل منسوب ہوا کرتا ہے، اور ہمارا یہ قول کہ اس بارے میں دلیل قطعی نہ ہو، ان احکام سے احتراز کرنا ہے جن کے بارے میں دلیل قطعی ہو، اس لیے کہ جب اس بارے مں دلیل قطعی مل گئی تو ظن کی طرف رجوع کرنا حرام ہوگیا۔

(۲)امام ابوالحسن آمدی شافعی (۵۵۱ھ-۶۳۱ھ) نے لکھا:﴿واما ما فيه الاجتهاد-فما كان من الاحكام الشرعية دليله ظني-فقولنا(من الاحكام الشرعية)تمييز له عما كان من القضايا العقلية واللغوية وغيره وقولنا(دليله ظني)تمييز له عما كان دليله منها قطعيا كالعبادات الخمس ونحوها فانها ليست محلًّا للاجتهاد فيها-لان المخطيء فيها يعد اثمًا و المسائل الاجتهادية ما لايعد المخطيء فيها باجتهاده اثمًا﴾(الاحکام فی اصول الاحکام ج۴ص ۲۲۱)

〈ت〉لیکن وہ جس میں اجتہاد ہو سکے، پس وہ احکام شرعیہ میں سے ایسے احکام ہیں کہ جن کی دلیل ظنی ہو، پس ہمارا قول ''من الاحکام الشرعیہ'' احکام کو جدا کرنا ہے ان احکام سے جو قضایا عقلیہ وقضایا لغویہ وغیرہ میں سے ہو (یعنی اجتہاد شرعی صرف احکام شرعیہ میں جاری ہوتا ہے، نہ کہ احکام عقلیہ وغیرہ میں) اور ہمارا قول ''دلیلہ ظنی'' احکام کو جدا کرنا ہے ان احکام سے جن کی دلیل قطعی ہو جیسا کہ فرائض خمسہ (نماز پنجگانہ) وغیرہا، پس فرائض خمسہ محل اجتہاد نہیں ہیں، اس لیے کہ ان میں غلطی کرنے والا گنا ہگار شمار کیا جائے گا اور مسائل اجتہادیہ میں اپنے اجتہاد کے ذریعہ خطا کرنے والا گنا ہگار شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

(۳)امام جصاص رازی حنفی (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ) نے لکھا:﴿واما الاجتهاد فهو بذل المجهود فيما يقصده المجتهد و يتحراه -الا انه قد اختص في العرف باحكام الحوادث التي ليس للّٰه تعالٰى عليه دليل قائم يوصل الى العلم بالمطلوب منها-لان ما كان للّٰه عزوجل عليه دليل قائم،لايسمى الاستدلال في طلبه اجتهادًا-اَلَا تَرٰى اَنَّ اَحَدًا لَايَقُوْلُ:ان علم التوحيد وتصديق الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم من باب الاجتهاد-وكذلک ما كان للّٰه تعالٰى عليه دليل قائم من احكام الشرع،لايقال:انه من باب الاجتهاد-لان الاجتهاد اسم قد اختص في العرف وفي عادة اهل العلم بما كُلِّفَ الانسان فيه غالب ظنه ومبلغ اجتهاده-دون اصابة المطلوب بعينه-فاذا اجتهد المجتهد فقد ادّٰى ما كلف و هوما اداه اليه غالب ظنه-وعلم التوحيد وما جرٰى مجراه مما للّٰه عليه دلائل قائمة،كلفنا بها اصابة الحقيقة لظهور دلائله ووضوح اٰياته﴾(الفصول فی الاصول ج۴ص ۱۱)

〈ت〉لیکن اجتہاد پس وہ کوشش کو صرف کرنا ہے اس کے بارے میں کہ مجتہد جس کا قصد اور عزم رکھتا ہو، مگر یہ کہ عرف میں یہ اصطلاح خاص ہو چکی ہے ان حوادث کے احکام کے ساتھ کہ جس پر رب تعالیٰ کی جانب سے کوئی ایسی دلیل صریح قائم نہیں ہے جس کے ذریعے ان حوادث کے مطلوبہ علم تک پہنچا جاسکے، اس لیے کہ جس پر رب تعالیٰ کی کوئی دلیل قائم ہے، اس کی طلب میں استدلال کرنے کا نام اجتہاد نہیں رکھا جاتا ہے

۔کیا آپ دیکھتے نہیں کہ کوئی نہیں کہتا کہ توحید کا علم اور تصدیق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجتہاد کے باب سے ہے، اور اسی طرح احکام شرع میں سے وہ جس پر اللہ تعالیٰ کی دلیل قائم ہے، اس کے بارے میں نہیں کہا جاتا کہ یہ اجتہاد کے باب سے ہے، اس لیے کہ اجتہاد ایسا اسم ہے کہ عرف میں اور اہل علم کی اصطلاح میں خاص ہوگیا ہے اس کے ساتھ جس کے بارے میں انسان اپنے ظن غالب اور اپنے مبلغ اجتہاد کا مکلّف ہے، نہ کہ بعینہ مطلوب کے پانے کا، پس جب مجتہد اجتہاد کرلے تو اس نے اس کو ادا کردیا جس کا وہ مکلّف ہے، اور یہ وہ ہے جس تک اس کا ظن غالب مؤدی ہو، اور علم توحید اور جو اس کے قائم مقام ہے، ان میں سے ہے جس پر رب تعالیٰ کے دلائل قائم ہیں، اس کے دلائل کے ظاہر ہونے اور اس کی نشانیوں کے واضح ہونے کی وجہ سے ہم اس بارے میں حقیقت تک پہنچنے کے مکلّف ہیں۔

اقول: مسئلہ کا یقینی اور ظنی ہونا دلیل کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ دلیل کے اعتبار سے مسائل شرعیہ کی پانچ قسمیں ہیں (۱) دلیل اگر قطعی الثبوت وقطعی الدلالت ہو تو اس سے ثابت ہونے والے مسئلے میں اجتہاد جاری نہیں ہوگا۔ خواہ وہ اعتقادیات کے قبیل سے ہو یا عملیات کے باب سے ہو (۲) دلیل قطعی الثبوت ظنی الدلت ہو (۳) یا ظنی الثبوت قطعی الدلالت ہو (۴) یا ظنی الثبوت ظنی الدلالت ہو (۵) یا کسی مسئلہ کے بارے میں نہ نص موجود ہو، نہ ہی متقدمین کا اجماع ہو تو ان اقسام اربعہ میں اجتہاد جاری ہوگا۔

(۱) قطعی الثبوت وقطعی الدلالت کی مثال: ﴿**قل هو الله احد**﴾ (سورہ اخلاص)

توضیح: یہ آیت توحید الٰہی کے اثبات کیلئے قطعی الدلالت ہے، کیونکہ ''احد'' کا معنی ''ایک'' متعین وخاص ہے، اور یہ آیت قطعی الثبوت بھی، کیونکہ قرآن کی ساری آیات متواتراً منقول ہیں۔

(۲) قطعی الثبوت وظنی الدلالت کی مثال: ﴿**والمطلقٰت یتربصن با نفسهن ثلٰثة قروء**﴾ (سورہ بقرہ: آیت ۲۸۸)

توضیح: یہ آیت عدت طلاق سے متعلق ہے۔ لفظ ''قروء'' دو معنی، حیض وطہر کے درمیان مشترک ہے، اور مشترک ظنی الدلالت ہوا کرتا ہے، پس ''قروء'' کے معنی کی تعیین کے لیے اجتہاد ہوگا، اسی لیے بعض فقہا نے لفظ قروء سے طہر اور بعض نے قروء سے حیض مراد لیا ہے۔

(۳) ظنی الثبوت وقطعی الدلالت کی مثال:

﴿**فی اربع وعشرین من الابل فما دونها من الغنم من کل خمس شاة**﴾ (صحیح البخاری ج اص ۱۹۵)

توضیح: مجتہد اس حدیث کی سند میں غور کرے گا، پس جب اس کی سند ثابت ہو بایں طور کہ وہ حدیث حسن یا صحیح ہو تو مجتہد ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری کی زکوٰۃ کے وجوب کا حکم دے گا۔ یہ حدیث غیر متواتر ہے، لہٰذا یہ ظنی الثبوت ہے، اور اعداد اپنے مفہوم پر قطعی طور پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا یہ حدث قطعی الدلالت ہوئی۔

(۴) ظنی الثبوت وظنی الدلالت کی مثال:

﴿**لاصلٰوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب**﴾ (صحیح البخاری باب وجوب القرأۃ للامام والماموم ج اص ۱۰۴)

توضیح: یہ حدیث ظنی الثبوت ہے، کیونکہ یہ متواتر نہیں ہے اور یہ ظنی الدلالت بھی ہے، کیونکہ اس حدیث کا دو مفہوم ہوسکتا ہے۔ ایک مفہوم یہ کہ بغیر سورہ فاتحہ نماز کامل نہیں ہوگی اور دوسرا مفہوم یہ کہ بلا سورہ فاتحہ نماز ادا ہی نہیں ہوگی، پس مجتہد غور وفکر کے ذریعہ کسی ایک مفہوم کو متعین کرے گا۔

(۵) کسی مسئلہ کے بارے میں نہ نص موجود ہو، نہ ہی متقدمین کا اجماع ہو۔ مجتہدین امت درحقیقت ایسے ہی مسائل کے احکام کا اجتہاد کے ذریعہ استنباط واستخراج کرتے ہیں، جن کے بارے میں نص موجود نہ ہو، اور قسم دوم وقسم چہارم میں کسی ایک مفہوم کا تعین کریں گے، اور قسم سوم میں سند کے بارے میں غور کریں گے۔

سوال: کفر فقہی میں متکلمین توقف کرتے ہیں۔ یہ توقف کیسا ہے؟

جواب: کفر فقہی میں متکلمین توقف نہیں کرتے ہیں۔توقف کا مفہوم یہ ہے کہ نہ اقرار ہو، نہ انکار۔کفر فقہی میں متکلمین کفر فقہی کا اقرار کرتے ہیں اور کفر کلامی کا انکار۔ چونکہ یہاں کفر کلامی ہوتا ہی نہیں تو فقہا و متکلمین ہر ایک کو کفر کلامی کا انکار ہی کرنا ہوگا۔کفر فقہی موجود ہے تو متکلمین کفر فقہی کو مانتے ہیں اور اسی کفر فقہی کی تعبیر ضلالت وگمرہی وغیرہ الفاظ سے کرتے ہیں اور قائل کو بحکم فقہا کافر کہتے ہیں ،لیکن خود متکلمین فقہا کی جانب انتساب کیے بغیر مطلقا کافر نہیں کہتے ، کیونکہ اگر متکلمین کافر فقہی کو مطلقا کافر کہیں تو ضرور یہی سمجھا جائے گا کہ متکلمین کے یہاں بھی یہ کافر ہے، حالانکہ متکلمین کے اصول کے مطابق وہ کافر نہیں،اسی لیے فقہا کی جانب منسوب کر کے اسے کافر کہتے ہیں۔کفر فقہی میں متکلمین کی جانب سے توقف یا سکوت نہیں پایا جاتا، بلکہ وہ کفر فقہی کو ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں۔توقف اور شک کا مفہوم درج ذیل ہے۔

قال الخفاجی: ﴿(ولهذا)ای للقول بکفر من خالف ظاهر النصوص والمجمع علیه (نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة الاسلام)ای اتخذه دینا(من)اهل(الملل)جمع ملة وهی الدین وبینهما فرق بحسب المفهوم(او وقف فیهم)ای توقف وتردد فی تکفیرهم(اوشک)فی کفرهم(اوصحح مذهبهم)ای اعتقد صحته کما تقدم عن بعضهم ان الایمان انما هو عدم جحد وحدانیة اللّٰه وقد تقدم بیانه وابطاله–والفرق بین التوقف والشک ان التوقف ان لا یمیل الی شیئ من الطرفین–والشک مع الترجیح للمخالف(وان اظهر الاسلام)باعتقاده والتزام احکامه(واعتقده)بقلبه(واعتقد ابطال کل مذهب سواه)ای غیر الاسلام بان یقول انه منسوخ باطل فی الواقع غیر مقبول عند اللّٰه ولکن یزعم ان من اقر بالالوهیة والتوحید غیر کافر،کما تقدم من مذهب الجاحظ﴾(نسیم الریاض ج٦ص۳۵۹)

(وقائل هذا کله کافر بالاجماع علی کفر)متعلق بالاجماع (من لم یکفر احدا من النصاری والیهود) کما ذکره الجاحظ(و)لم یکفر(کل من فارق دین المسلمین)کارباب الملل من المجوس وغیرهم ومفارقته مخالفته لهم قولاوفعلا(او وقف فی تکفیرهم)ای احجم عنه وترکه نفیا واثباتا(او شک)فیه فیجوز وجوده وعدمه وفی نسخة:توقف، وقیل: الوقوف والتوقف کالتردد بحیث لا یرجح احد الجانبین والشک ان یجوزه تجویزا مرجوحا وکلاهما کفر لانه یقتضی التردد فی دین الاسلام وهو کفر بلا شک﴾

(نسیم الریاض ج٦ص۳۴۲-دارالکتب العلمیہ بیروت)

سوال: اگر کسی کے کفر کلامی کا فتویٰ دیا گیا اور عہد مابعد میں اس فتویٰ کی خبر بطریق تواتر نہ مل سکی، بلکہ بطریق آحاد موصول ہوئی تو عہد مابعد کے مومنین مذکورہ کافر کلامی کو کافر مانیں گے، یا توقف کریں گے؟

جواب : اس کی حیثیت خبر کی ہے اور خبر میں خبر واحد پر عمل ہوتا ہے،پس کفر کلامی سے متعلق خبر واحد موصول ہوئی تو اس پر عمل ہوگا۔ اجماعی مسئلہ کا حکم بھی اسی طرح ہے۔مجتہدین کے اجماع سے ثابت والے مسئلہ اور کفر کلامی میں فرق یہ ہے کہ اجماعی مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے اور کفر کلامی قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔

ملا احمد جیون امیٹھوی (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ) نے تحریر فرمایا:**﴿ثم بین المصنف رحمه اللّٰه انه لا بد لنقل الاجماع ایضًا من الاجماع فقال(واذا انتقل الینا اجماع السلف باجماع کل عصر علٰی نقله کان کنقل الحدیث المتواتر)فیکون موجبًا للعلم والعمل قطعًا کاجماعهم علٰی کون القرآن کتاب اللّٰه تعالٰی وفرضیة الصلٰوة وغیرها(واذا انتقل الینا بالافراد کان کنقل السنة بالآحاد)فانه یوجب العمل دون العلم مثل خبر الآحاد﴾**(نورالانوار بحث اجماع)

قرآن مجید کا کتاب اللہ ہونا اور نماز کا فرض ہونا اجماع مجتہدین سے ثابت نہیں، بلکہ اجماع متواتر سے ثابت ہیں اور ضروریات دین میں سے ہیں۔ یہاں اجماع مجتہدین سے ثابت ہونے والے امور کو بطور مثال پیش کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔

اگر کفر کلامی کی خبر بطور تواتر حاصل ہوئی تو اسے ماننا لازم ہے، جس طرح ضروریات دین میں سے کسی امر کا علم بطریق تواتر حاصل ہو تو اب انکار کے سبب منکر کو کافر تسلیم کیا جائے گا۔ کافر کلامی کو کافر کلامی ماننا بھی ضروریات دین میں سے ہے، بشرطیکہ یہ خبر بطریق تواتر حاصل ہوئی ہے۔ اگر خبر واحد کے طریقے پر کسی کے کفر کلامی کا علم ہوا تو کم از کم اس کے کفر پر دلیل ضرور موجود ہے، لیکن اس کے ایمان پر تو کوئی دلیل نہیں۔ ایسی صورت میں بھی اسے مومن ماننا غلط ہوگا۔ عہد ماضی کے متعدد مرتدین کا ذکر کتابوں میں ہے۔ آج ہم انہیں مرتد تسلیم کرتے ہیں، لیکن ہر ایک کے مرتد ہونے پر متواتر روایتیں موجود نہیں ہیں۔ متعدد مرتدین کے مرتد ہونے کی روایتیں خبر واحد کی منزل میں ہیں۔

سوال: اگر عہد ماضی کے کسی فرد کی جانب ایسا قول منسوب ہو کہ اس کا قائل عندالشرع کافر کلامی ثابت ہوتا ہو، اور عہد ماقبل میں اس کلام کے سبب کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا گیا تو عہد مابعد میں مفتی کیا فتویٰ دے؟

جواب: اس قائل کے دیگر کلمات کا تتبع کیا جائے اور اس کے احوال کی تفتیش کی جائے۔ اگر وہ متبع شرع اور احکام شرع سے واقف تھا تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس کے کلام میں تحریف ہوئی ہے، جیسے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی جانب منسوب بعض کلمات کا حکم بیان کیا گیا۔

سوال: کفر کلامی کی صحت کا علم کیسے ہوگا؟

جواب: کفر کلامی ثابت ہونے کا مفہوم یہ ہوا کہ وہاں سے ایمان مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے، اور ایمان و کفر کے مابین کوئی واسطہ بھی نہیں۔ اب جب وہ مومن نہیں تو یقیناً کافر ہے، اسی لیے اسے کافر ماننا لازم ہے۔ اس موقع پر ''من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر'' کا یہی مفہوم ہے۔ اب کسی محقق کو کوئی احتمال نظر آیا تو جس مفتی نے کفر کلامی کا حکم جاری فرمایا ہے، اس سے تفصیل دریافت کرے، تا کہ احتمال رفع ہو جائے۔

امام احمد رضا قادری کے عہد میں جب اشخاص اربعہ پر حرمین طیبین سے حکم کفر آیا تو دیابنہ کی جانب سے تاویلات و تردیدات کا سلسلہ شروع ہوا۔ مجدد موصوف نے جہات محتملہ کے تعین کا ذکر بھی اپنی کتابوں میں فرمایا۔ تمہید ایمان میں کلام، متکلم و تکلم میں احتمالات بلا دلیل نہ ہونے کا ذکر کیا، تاویلات کو تاویلات باطلہ بتایا۔ اسی طرح رد تاویلات میں اور کفر کی تشریح میں مجدد موصوف کے عہد میں ان کے خلف اصغر حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے ''بسط البنان'' تحریر فرمائی۔ بسط البنان کا تذکرہ اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں کیا ہے، یعنی ان تاویلات باطلہ کے تفصیلی رد سے وہ مطلع و متفق ہیں۔ امام اہل سنت کے عہد میں حضور مفتی اعظم ہند نے ''الموت الاحمر'' سال ۱۳۳۷ھ میں تحریر فرمائی۔ یہ کتاب بھی دراصل جہات محتملہ کے تعین اور اشخاص اربعہ کے کفر کلامی کی توضیح میں ہے۔ امام اہل سنت نے بسط البنان، الموت الاحمر وغیرہ کا ذکر ''الطاری الداری'' میں بھی فرمایا ہے۔

دراصل کفر کلامی کا فتویٰ ہر عالم صادر نہیں کرتا، نہ ہی بہت جلد بازی میں کفر کلامی کا فتویٰ جاری کیا جاتا ہے۔ تمام جہات محتملہ پر تفصیلی غور و فکر کے بعد یہ فتویٰ جاری ہوتا ہے۔ عام طور پر مفتی دیگر علما و مفتیان سے بھی رائے لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کسی کو کفر کلامی سے انکار ہوتا ہے تو اسے وہ محتمل جہت کی وہ تاویل پیش کرنی ہوگی، جس سبب سے اس نے انکار کیا ہے، پھر یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ وہ تاویل عندالشرع قابل قبول بھی ہے یا نہیں؟ جب تمام راستے مسدود ہو جائیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ کفر کلامی کا فتویٰ صحیح ہے، جیسے اشخاص اربعہ کی تکفیر کے مسئلہ میں آج تک کوئی قابل قبول تاویل نہ کی جا سکی۔ بعض صورتوں میں قابل قبول تاویل بھی عندالشرع غیر مقبول ہوتی ہے۔ وہ تاویل اس کو قبول بھی ہونی چاہیے، جس پر حکم کفر آیا ہے۔ امام احمد رضا قادری نے علامہ عبدالباری فرنگی محلی کو تحریر فرمایا:

''کفر وہابیہ دیوبندیہ پر علمائے کرام حرمین شریفین (جن کی تحقیق آپ کے یہاں کی تحقیق سے عام مسلمین کے نزدیک ارجح و اعلیٰ

ہے) اجماع فرما چکے، اور میرے یہاں کے کتب ورسائل مثل تمہید ایمان وحسام الحرمین ووقعات السنان وادخال السنان والموت الاحمر وکشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیرہا نے بحمدہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اظہار حق کا اٹھا نہ رکھا۔ مرتدین کو کچھ بناتے نہ بنی، خود اپنے کفروں کی تاویل میں جو حرکت مذبوحی کی، انھیں کے منہ پر پڑی، اور آج تک جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد بھی آفتاب کو چراغ دکھانے کی کچھ حاجت رہی؟ بفرض باطل اگر آپ ان کے کلام میں کوئی تاویل تراش سکیں تو ان مرتدین کو کیا نفع اور ان کا کفر کیونکر دفع کہ ان کی یہ مراد ہوتی تو برسوں پہلے اگل نہ دیتے؟ ضرور ان کی مراد معنی کفر ہی تھے اور وہ کافر۔ درمختار میں ہے: ثم لونیتہ ذلک فمسلم والالم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ۔ پھر آپ کا کون سا شبہہ باقی رہا، جس کے جواب کی ہوس ہے؟''۔ (الطاری الداری حصہ دوم ص ۸۳،۸۴-حسنی پریس بریلی)

سوال : ''کیا کفر کلامی تسلیم کرنے کے لیے علما وعوام کو قائل وفاعل کا کفری قول وفعل معلوم ہونا ضروری ہے؟

جواب: کفر کلامی کا صحیح حکم جاری ہونے کے بعد توقف، شک یا انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کا مفصل بیان ردالفساد قسط دوم (باب: من لم یکفر الکافر فھو کافر) میں ہے۔ یعنی کفر کلامی میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی، اس میں ہر جہت قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے، اور قطعی بالمعنی الاخص میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی۔ جب وہاں احتمال بلا دلیل بھی نہیں ہوتی تو پھر یہ کہنا کہ کلام، تکلم یا متکلم میں احتمال بلا دلیل کے سبب عہد تحقیق میں اختلاف ہوسکتا ہے، یہ نا قابل قبول امر ہے۔ اس کا بیان ردالفساد قسط پنجم (باب: مفہوم الفرض الاعتقادی) میں ہے۔

عہد تحقیق میں جب اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی تو لامحالہ اتفاق ہوگا۔ اب اس اتفاق کے بعد عہد مابعد کے لوگوں کو تحقیق کی حاجت نہیں، بلکہ انہیں کفریہ قول سے آشنائی کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر مابعد والوں کو معلوم ہے کہ عہد ماقبل میں زید کے کفر کلامی پر اتفاق ہو چکا ہے تو انہیں کافر ماننا ہوگا، ورنہ ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا حکم جاری ہوگا۔

''من شک فی کفرہ فقد کفر'' ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ اب مثلاً زید پر کفر کلامی کا حکم جاری ہوا، تو زید اس قاعدہ کلیہ کے ماتحت مندرج ہوگا۔ اب زید کے کفر سے انکار کرنے والا یقیناً کافر ہوگا۔ اس حکم میں مفتی وعامی کا فرق نہیں ہے کہ عوام کو بہر حال یہ حکم تسلیم کرنا ہے، اور مفتی کو توقف کا حق حاصل ہوگا۔ یہ نظریہ ایمان مقلد کے عدم صحت کے نظریہ پر قائم ہے، اور اس کی بنیاد ہی غلط ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ایمان مقلد بھی صحیح ہے، اور بالفرض اگر ایمان تقلیدی کو مذہب ضعیف کے مطابق نا قابل قبول بھی مان لیا جائے تو استدلال کی دو صورتیں ہیں۔ استدلال اجمالی اور استدلال تفصیلی۔ جس طرح عامی کو استدلال اجمالی حاصل ہوتا ہے، اسی طرح امر تکفیر میں مفتی مابعد کو استدلال اجمالی حاصل ہوگا، پھر تقلید کہاں؟ کافر کلامی کو کافر ماننے کے لیے ہر ایک کی نظر میں تمام جہات محتملہ کا قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری ہے، یہ جزئیہ کہاں ہے؟

سوال : اگر کوئی مفتی ذاتی تحقیق کے نام پر کسی شخص کے کفر کلامی میں توقف کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مفتی کو زید کی تکفیر شخصی کا علم ہو چکا ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ تکفیر صحیح تھی، یعنی زید کے کافر ہونے کا علم یقینی حاصل ہو چکا ہے۔ اب یہ مفتی اگر زید کی تکفیر سے اس لیے انکار یا کف لسان کرتا ہے کہ اس نے ذاتی تحقیق نہیں کی ہے تو از روئے شرع اس پر بہت سے الزام عائد ہوتے ہیں۔ رضا بالکفر کا الزام، کافر کو کافر نہ کہنے کا الزام، ایمان تفصیلی کے انکار کا الزام، علما نے جس تکفیر کو صحیح قرار دیا، اس کے انکار کا الزام، تضلیل امت کا الزام۔ الحاصل مذکورہ امور کے سبب بنام تحقیق توقف کرنے والے مفتی پر حکم کفر عائد ہوگا۔

امام خفاجی نے لکھا: (ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر) لان الرضا بالکفر کفر) (نسیم الریاض ج ۶ س ۱۵۱- دار الکتب العلمیہ بیروت)

سوال : کسی کو کافر کلامی ماننے کے لیے اصل مفتی (کفر کلامی کا فتویٰ صادر کرنے والے مفتی) کے لیے تمام جہات محتملہ کا قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری ہے؟ یا تمام عوام وخواص کے لیے جہات محتملہ کا قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری ہے؟

جواب : کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرنے والے مفتی کی نظر میں تمام احتمالی جہات کا قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری ہے۔ کفر کلامی کا

صحیح فیصلہ ہوجانے کے بعد دیگر عوام وخواص کو اس خاص کا فر کلامی کو کافر ماننے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام جہات محتملہ ہر عام وخاص یا صرف خواص کی نظر میں قطعی بالمعنی الاخص ہو جائیں۔کفر کلامی کا حکم جاری کرنے کے لیے محل احتمال میں احتمال بالدلیل واحتمال بلا دلیل کا ختم ہونا ضروری ہے۔جب تمام شرائط کے ساتھ حکم کفر جاری ہوگیا تو اب ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا حکم جاری ہوگا۔جو اس کافر کے کفر کا انکار کرے گا،اس پر حکم کفر جاری ہوگا۔

مسئلہ تکفیر کلامی ان امور سے نہیں ،جن میں توقف کی راہ مل سکے۔اگر مفتی کی نظر میں تکفیر کی تمام شرطیں پائی گئیں ،اور تمام محتمل جہات قطعی بالمعنی الاخص ہوچکی ہیں تو خود اس مفتی پر لازم ہے کہ قائل وفاعل کو کافر کلامی تسلیم کرے، پھر جب وہ مفتی قائل وفاعل کے کافر کلامی ہونے کا اظہار دوسروں سے بھی کردے تو اب کسی محقق یا عامی کو اختلاف کا حق نہیں۔مفتی کا کلام محقق وعامی سب کے لیے دلیل اجمالی ہے۔ اب کوئی بھی بطور تقلید اس کافر کلامی کو کافر نہیں کہتا ہے۔ہاں ،اگر کسی کو دلیل تفصیلی کی ضرورت ہوتو وہ اس مفتی سے معلوم کرسکتا ہے،جیسا کہ حضرت فاروق اعظم نے منکرین زکات کے خلاف حکم جہاد کے وقت حضرت صدیق اکبر سے تفصیل طلب فرمائی تھی: (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

سوال: کیا کفر فقہی میں اختلاف کی گنجائش ہے؟

جواب: مفتی نے کسی شخص یا کسی جماعت پر کفر فقہی کا حکم صادر کیا تو عہد تحقیق میں بھی اور اس کے بعد بھی علمائے متکلمین کو اختلاف کا حق حاصل ہوگا اور یہ لفظی اختلاف ہوتا ہے۔علمائے متکلمین قائل وفاعل کو بحکم فقہا کافر مانتے ہیں،اس کے قول وفعل کو کفر فقہی قرار دیتے ہیں ،لیکن اسے کافر کلامی نہیں مانتے ، کیونکہ وہ کافر کلامی نہیں ہوتا،اور مفتی نے بھی کفر کلامی کا فتویٰ جاری نہیں کیا۔علمائے مالکیہ نے مذہب مالکیہ کے اعتبار سے حضرت حسین بن منصور حلاج علیہ الرحمۃ والرضوان پر حکم کفر جاری کیا اور انہیں قتل کیا گیا۔قابل اعتراض کلمات کی تکرار اور توبہ کی تکرار کے سبب علمائے مالکیہ نے آخری مرتبہ ان کی توبہ قبول نہ کی۔حنفی علما اصول مالکیہ کے اعتبار سے حضرت حلاج پر مالکی علما کے حکم کفر اور حکم قتل کو درست مانتے ہیں اور حنفی اصول کے مطابق حضرت حسین بن منصور حلاج کی توبہ کو تسلیم کرکے انہیں مومن بھی مانتے ہیں۔

قال القاضی﴿واجمع فقهاء بغداد اَيَّامَ الْمُقْتَدِر من المالكية وقاضی قضاتها ابو عُمَرَ الْمَالِكِیِّ عَلٰی قَتْلِ الْحَلَّاجِ وَصَلْبِهٖ لِدَعْوَاه الالٰهِيَّةِ والقول بالحلول–وقوله:اَنَا الْحَقُّ–مَعَ تَمَسُّكِهٖ فی الظاهر بالشريعة–ولم يقبلوا توبته﴾(الشفاء ج۲ص۲۹۸)

قال الخفاجی﴿(وَلَمْ يَقْبَلُوْا تَوْبَتَهٗ)لِتَكَرُّرِ ذٰلِکَ مِنْهُ﴾(نسیم الریاض ج۴ص۵۳۷)

قال القاری﴿(ولم يقبلوا توبته)بمقتضٰی مذهب المالكية﴾(شرح الشفاء ج ۴ ص۵۳۷)

سوال: کفر کلامی اور کفر فقہی میں کون سی نسبت ہے؟

جواب: کفر کلامی وکفر فقہی میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔جہاں کفر کلامی متحقق ہوگا، وہاں بدرجہ اولیٰ کفر فقہی بھی متحقق ہوگا۔ یہ مادۂ اجتماع ہے۔کبھی کفر فقہی ثابت ہوجاتا ہے،لیکن کفر کلامی متحقق نہیں ہوتا ہے۔یہ مادۂ افتراق ہے۔

سوال: امر تکفیر میں ائمہ مجتہدین کے اقوال کا اعتبار ہوگا یا اعتبار نہیں ہوگا؟

جواب: کفر فقہی کفر اجتہادی ہے۔اس میں متعدد قسم کے اختلاف ہوتے ہیں۔

اختلاف اول: متکلمین کا فقہا سے اختلاف اختلاف دوم: ائمہ مجتہدین کا باہمی اختلاف

اختلاف سوم: ایک ہی مذہب مثلاً مذہب حنفی کے فقہا کا باہمی اختلاف

ائمہ مجتہدین کا جہاں باہمی اختلاف ہوتا ہے، وہاں ہر مقلد اپنے امام کے قول پر عمل کرتا ہے۔کسی قول وفعل کے کفریہ ہونے پر ایک ہی فقہی مذہب کے فقہا کا اختلاف ہوتو عام طور پر فقہا کفر کا حکم جاری نہیں کرتے۔صرف قول وفعل کو کفریہ بتاتے ہیں۔☆☆☆☆☆

خیر و خبر

رزلٹ کالم ''باغ و بہار'' (18-2017)

ادارہ پیغام شریعت (دہلی)

کالم ''باغ و بہار'' (18-2017) کے ان قلم کاروں کے لیے انعام کا اعلان کیا گیا تھا، سال بھر میں جن کے چھ مضامین طبع ہوں گے ۔درج دو اسٹوڈنٹس کے چھ سے زائد مضامین شائع ہوئے۔انہیں انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔باقی شرکا کے مضامین چھ سے کم شائع ہوئے۔

پوزیشن اول: مصباح المصطفٰی بن کمال ملک بھنور ضلع نوادہ (بہار)　　کلاس نہم: ہسوا ہائی اسکول، ہسوا ضلع نوادہ (بہار)

شمارہ اپریل، مئی، جون، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۱۷ء وفروری ۲۰۱۸ء میں اس کے مضامین شائع ہوئے۔

انعام: بہار شریعت (مکمل)

پوزیشن دوم: سدرہ فاطمہ بنت عطاء المصطفٰی عالم شمسی (توپسیا، کلکتہ)　　کلاس پنجم: الیینی ہال پبلک اسکول (بنیا پوکھر، کلکتہ)

شمارہ اپریل، مئی، جون، جولائی، اگست، ستمبر، دسمبر ۲۰۱۷ء ومارچ ۲۰۱۸ء میں اس کے مضامین شائع ہوئے۔

انعام: قانون شریعت وجنتی زیور

مجلس علمائے اسلام اور عرس صد سالہ

مولانا قمرالدین مصباحی استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود (کلکتہ)

مجلس علمائے اسلام مغربی بنگال کی ایک متحرک وفعال ریاستی تنظیم ہے۔امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس صد سالہ کے موقع پر مجلس علمائے اسلام (مغربی بنگال) کی جانب سے ''امام احمد رضا اور معاشیات'' کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد ہونے جا رہا ہے۔29: جون ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بعد نماز عشا مدرسہ حبیبیہ رضویہ مٹیا برج (کلکتہ) میں مجلس علمائے اسلام کے شعبہ صحافت کے ارکان وممبران کی ایک اہم میٹنگ مولانا طارق انور مصباحی مدیر ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کی صدارت میں منعقد ہوئی۔اس میں منتخبہ موضوع کے ذیلی عناوین سے متعلق غور وفکر کیا گیا۔22: ذیلی عناوین پر ارکان مجلس صحافت کا اتفاق ہوا، اور ان تمام عناوین کو مقالہ نگاری کے لیے ملک کے مشہور قلم کاروں کے مابین تقسیم کیا گیا۔عناوین درج ذیل ہیں۔

(۱) بین الاقوامی تجارت پر امام احمد رضا کی نظر (۲) امام احمد رضا ایک ماہر معاشیات (۳) امام احمد رضا اور نظریہ زراعت (۴) امام احمد رضا اور اصول تجارت (۵) امام احمد رضا اور غیر شرعی تجارت کی اصلاح (۶) امام احمد رضا اور بینکنگ نظام وشیئر بازار (۷) تصانیف رضا میں معاشی اصطلاحات (۸) سرکاری ملازمت سے متعلق امام احمد رضا کے نظریات (۹) امام احمد رضا اور نظریہ حرفت وصنعت (۱۰) فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں تجارت کے اقسام واحکام (۱۱) رسالہ تدبیر فلاح ونجات کا تجزیاتی جائزہ (۱۲) قرآن وحدیث کی روشنی میں امام احمد رضا کے بیان کردہ فضائل تجارت (۱۳) تجارت کی جائز وناجائز صورتیں فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں (۱۴) امام احمد رضا اور تجارت کے جدید مسائل

(۱۵) فتاویٰ رضویہ میں درج شدہ مسائل تجارت کی تلخیص (۱۶) لون یا دین کے ذریعہ تجارت کو ترقی دینے سے متعلق امام احمد رضا کا نظریہ (۱۷) فتاویٰ رضویہ اور درس کسب وتجارت (۱۸) امام احمد رضا کی اقتصادی بصیرت (۱۹) باب معاشیات میں امام احمد رضا کی نقل کردہ احادیث کی تلخیص وتخریج (۲۰) باب معاشیات میں امام احمد رضا کا آیات قرآنیہ سے استدلال (۲۱) امام احمد رضا اور نظریہ زراعت (۲۲) تجارت، زراعت اور ملازمت کا تقابلی جائزہ امام احمد رضا کی تحریروں کی روشنی میں۔

شرکائے مٹنگ: مولانا شاہد القادری (جنرل سکریٹری مجلس علمائے اسلام) قمر الدین رضوی مصباحی، مولانا مفتی رفیق الاسلام، مولانا سبحان رضا قادری مصباحی، مولانا عمان رضا برکاتی وغیرہم

مسجد رضا: یورپ کا ایک تعمیری شاہکار

مولانا محمد نظام الدین مصباحی (بلیک برن: یوکے)

بروز سنیچر 07: جولائی ۲۰۱۸ء بعد نماز ظہر حاجی شیر عالم صاحب کے ساتھ مانچسٹر کے مضافات میں واقع شہر ایکرنگٹن (Accrington) کی مسجد رضا کی زیارت کا موقعہ ملا۔ جیسے ہی حاجی صاحب کی گاڑی مسجد کے کار پارک میں ٹھہری، میری آنکھیں مسجد رضا کی فلک بوس اور جدید سہولتوں سے آراستہ خوبصورت اور وسیع عمارت کو دیکھ کر حیرت زدہ بھی تھیں اور ماضی کے بادشاہوں کی قائم کردہ شاہی مساجد کی عمارتوں کے نظارے بھی چشم تصور میں گھوم رہی تھیں۔ ہم مرکزی دروازہ سے داخل ہوئے۔ ہم نے وضوخانہ دیکھا اور دیگر حصوں کی زیارت کی۔ اسی درمیان مسجد رضا کے خصوصی معاون حاجی جاوید صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ہمارا پرخلوص استقبال کیا، پھر مسجد کی پوری عمارت خود ساتھ چل کر دکھائی۔

پرشکوہ، دیدہ زیب، جدید آلات سے لیس، ہر قسم کی سہولیات سے آراستہ، کھلی فضا میں واقع یہ عمارت دیکھ کر دل سے بے شمار دعائیں نکلیں۔ جب ہم لوگ آفس میں بیٹھے تو میں نے عرض کیا کہ مسجد کی تاریخ سے ہمیں آگاہی دیں تو حاجی شیر عالم صاحب اور حاجی جاوید صاحب نے بتایا کہ یہ مسجد ۱۹۶۹ء میں ایک مختصر سی جگہ میں قائم ہوئی، پھر جب ضرورت بڑھ گئی تو ۱۹۸۸ء میں اس سے وسیع جگہ خریدی گئی اور پھر وہیں نماز جمعہ اور نماز عیدین ادا کرتے رہے۔ بالآخر ۲۰۱۲ء میں ایک بڑی مسجد بنانے کا پروگرام بنا۔ اور بڑی جگہ کی تلاش ہونے لگی۔ حاجی جاوید صاحب نے بتایا کہ اس عمارت کا ایک حصہ میری ملکیت میں تھا۔ میں نے وہ زمین مسجد کے لیے وقف کر دیا۔ پھر دوسرا حصہ احباب کے تعاون سے خریدا گیا۔ زمین کی خریداری کے بعد مسجد رضا (جدید) کی تعمیر نو کا آغاز ہوا۔ دو سال تین ماہ میں 76: کروڑ پچاس لاکھ روپے (85: لاکھ پاؤنڈ) کی لاگت سے یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اس مسجد کی تعمیر میں حاجی جاوید صاحب اور ان کے اہل خانہ نے 95: فی صد رقم لگائی۔ دیگر مسلمانوں نے کچھ حصہ لیا۔ اس مسجد میں تقریباً پانچ ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ یقیناً اس مسجد کے قیام پر حاجی جاوید کے والد مرحوم حاجی علی محمد اور ان کے احباب جزائے خیر کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کی مغفرت فرمائے، ان میں جو باحیات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہاں کی سعادتوں سے وافر حصہ عطا فرمائے: آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

اس مسجد کا نام ''مسجد رضا'' ۱۹۶۹ء میں ہی رکھا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ۱۹۶۰ء کے بعد جب برطانیہ میں مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ النورانی کے نام پر مساجد کا قیام مسلمانان اہل سنت نے شروع کر دیا تھا۔ یہ خوبصورت مسجد امام اہل سنت کے نام سے موسوم کرنا ان سے سچے تعلق کی دلیل ہے۔۔ اب امام اہل سنت کی وفات کو سو سال پورے ہو چکے ہیں۔ عرس صد سالہ کی مناسبت سے مختلف قسم کی خدمات انجام دینے کے پروگرام بنائے جا رہے ہیں۔ یورپین ممالک امام اہل سنت سے منسوب مساجد ومدارس کا تعارف بھی جمع کیا جائے تو ایک تاریخی سرمایہ اکٹھا ہو سکتا ہے۔ ان ممالک میں قیام پذیر علمائے اہل سنت سے توجہ کی گذارش ہے۔ ☆☆☆

R.N.I. No. DELURD/2015/65657
Publishing Date:20
Same Month

Postal Registration DL(DG-11) 8085/2016-18
Total 56 Pages with Title Cover, Weight 95 grams
Posting Date: 21&22

Paigam e Shariat Monthly
Vol: 04 Issue:34 AUGUST-2018

صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر اہل سنت وعقیدت مندان اعلیٰ حضرت کے لیے عظیم خوش خبری
پچاس علوم وفنون پر امام احمد رضا قدس سرہ کی تصنیفی خدمات کا ترجمان

مصنف اعظم نمبر

ترتیب واشاعت کے مرحلے میں



تاریخ اسلام کے چند ممتاز اور عظیم مصنفین میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کا نام بھی نمایاں نظر آتا ہے۔لیکن امام احمد رضا قدس سرہ کے علمی کارناموں میں زیادہ تر فقہ وفتاویٰ، تفسیر وحدیث، ترجمہ قرآن، نعتیہ شاعری اور علوم ریاضی میں خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے، اور بہت سارے عقلی ونقلی علوم میں ان کی خدمات سے ابھی بھی ایک دنیا ناآشنا ہے۔ہم نے عزم کیا ہے کہ صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کے پلیٹ فارم سے پچاس علوم وفنون میں آپ کی خدمات پر ضخیم تعارفی شاہکار منظر عام پر لایا جائے گا تا کہ واضح ہو کہ اعلیٰ حضرت نے دنیا کو کیا کچھ دیا ہے۔یہ تعارفی شاہکار امام احمد رضا کی تصنیفات کی روشنی میں اور اب تک ان پر لکھے گئے مقالات کی مدد سے ترتیب دیا جا رہا ہے۔اہل علم وقلم سے علمی تعاون کی اپیل ہے۔

قارئین حضرات اس شاہکار کے لیے اپنے آرا، تاثرات، خطوط اور پیغامات ارسال کریں، قارئین کے خیالات وپیغامات کا منتخب حصہ شامل اشاعت کیا جائے گا جو تاریخ کا حصہ بن جائے گا۔اس سلسلے میں درج ذیل پر رابطہ کریں:

مولانا فیضان المصطفیٰ قادری امریکہ (واٹس اپ) +18326067598 مولانا طارق انور مصباحی کیرالا 09916371192
مولانا احسان المصطفیٰ قادری گھوسی 08604443188 حافظ کمیل احمد امجدی 08090753792
Email: Paighameshariat@gmail.com

Owner, Publisher & Printer
Mohammad Qasim
Chief Editor
Faizanul Mustafa Qadri

Printed at **M/s Ala Printing Press**
3636 Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
Published from H.No.422, 2nd Floor, Gali Sarotey wali, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006